سوال

(93)قرآن حکیم کی جمع وتدوین

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

وحی کا آغاز کب ہوا۔ نزول وحی کے وقت کیا کیفیت ہوتی تھی۔جمع تدوین کا کام کیسے ہوا؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

پروردیگار عالم نے قرآن حکیم سید المرسلین خاتم النبیین سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا کر کے 23 سال کی مدت میں نازل فرمایا۔ ہمارے عقیدے کے مطابق قرآن مجید وحی الٰہی ہے۔ حضرت جبریئل امین علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے۔ جو نبی کریم ﷺ لفظ بہ لفظ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمین کو سنادیتے۔ اور کاتبان وحی قلم بند کرلیتے۔ وحی کے لغوی معنی پیغام دینے اشارہ کرنے دل میں کوئی دل میں کوئی بات ڈال دینے ای چھپ کر کوئی بات کہہ دینے کے ہیں۔ قرآن مجید میں وحی کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر

وَاِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ

ترجمہ۔ اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

سورۃ النحل میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو سکھایا۔

ایک اور جگہ فرمایا!

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيهِ

اور ہم نے موسیٰؑ کے ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ مختلف معانی کے باوجود وحی کے مفہوم میں خفیہ طور سے اطلاع دینا ایک ایسا مطلب ہے جو مشترک ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وہ زریعہ غیبی ہے۔جسے بروئے کار لا کر اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اپنا علم سکھاتا ہے۔ جس میں پیغام الٰہی اور احکام خداوندی سب کچھ شامل ہوتا ہے۔

وحی کا مفہوم سمجھنے کے بعد اب اس کی مختلف صورتوں اور قسموں کا زکر کیا جاتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے خوابوں یعنی روئے صادقہ کے زریعے کوئی بات بتائے۔ جس طرح خلیل اللہؑ کو بیٹے کی قربانی کا حکم یا بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ پر وحی کا آغاز روئے صادقہ سے ہوا۔ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے۔ صبح کی سفیدی کی طرح سچا نکلتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ نظر آئے بغیر کوئی بات دل میں ڈالے۔ جیسے مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کو دعا اور توبہ پر آمادہ کرنا وغیرہ۔تیسری صورت یہ ہے کہ جرس کی صدا بلند ہو۔ اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا! کبھی میرے پاس وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔ جو میرے لئے سخت ہوتی ہے۔ جب وحی ختم ہوتی ہے۔ تو مجھے سب کچھ یاد ہوجاتا ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل یا انسانی پیکر میں پیغام لے کر آئے۔ جس طرح اکثر حضور ﷺ کے پاس آتا رہا۔ پانچویں اور آخری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست وحی نازل فرمائے۔ مثلا! حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طور سینا پر اپنے جیب حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پر شب معراج میں۔

آغاز وحی

وحی کا مفہوم سمجھنے کے بعد اب نزول قرآن اور آغاز وحی پر روشنی ڈالی جائے گی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آپ ﷺ کو تنہائی اور یکسوئی سے محبت ہوگئی۔ چنانچہ آپ غار حرا میں جا کر کئی کئی راتیں عبادت میں گزار دیتے خوردو نوش کا سامان آپ ﷺ ہمراہ لے جاتے تھے۔ اور ختم ہونے پر دوبارہ گھر سے لے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عبادت میں کئی برس گزر گئے۔ ایک روز اچانک آپ ﷺ کے سامنے اللہ کا فرشتہ ظاہر ہوا۔ اور کہنے لگا پڑھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھ نہیں سکتا۔ یہ سن کر فرشتہ آپ سے بغل گیر ہوگیا۔ اور زور سے اتنا دبایا کہ آپ تھک گئے۔ فرشتے نے دوسری بار چھاتی سے لگا کر آپ کو اور بھی زور سے دبایا اور چھوڑنے کے بعد کہا!

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

(پڑھ اپنے رب کے نام سے) یہ پہلی وحی تھی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اس وحی کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ چونکہ زندگی میں اس قسم کا پہلا واقعہ تھا۔ نیز امت کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کا بار عظیم آپ ﷺ کو سونپا جا رہا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کا قلب اطہر لرز گیا۔ اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سہمی ہوئی آواز میں کہا کہ مجھے کملی اوڑھا دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ کچھ وقفہ کے بعد جب خوف و ہراس کم ہوگیا تو آپ ﷺ نے تمام ماجرا اپنی نیک سیرت شریک حیات سے بیان کر دیا۔ اور کہا کہ مجھے جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور کہا! کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کسی لمحے بھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ آپ اعزاء واقرباء سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ محتاجوں اور بے کسوں کے کام آتے ہیں۔ مہمانوں کے لئے آرام و آسائش مہیا کرتے ہیں۔ آڑے وقت میں مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں۔ اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو عیسائی تھے۔ انجیل اور تورات کے جید عالم تھے۔ انہوں نے تمام ماجرا سننے کے بعد کہا! یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ انہوں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگے کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب اللہ کے اس پیغمبر ﷺ کو قوم وطن سے نکال دے گی۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اصطلاح میں اسے فترہ وحی کہتے ہیں۔ وحی کے اچانک رک جانے کا آپ ﷺ کو انتہائی رنج وملال ہوا۔ قادر مطلق نے جب دوبارہ وحی بھیجی تو اپنے پیغمبر ﷺ سے یوں مخاطب ہوا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

(اے کملی والے! اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر) اس کے بعد رب کریم کے وصال تک وحی کا سلسلہ جاری رکھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے آپ ﷺ تو وحی الٰہی سناتے ہیں۔ شروع شروع میں آپ ﷺ نزول وحی کے موقع پر اپنے لب مبارک تیز تیز ہلایا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی چیز رہ نہ جائے۔ لیکن ذات باری کو یہ گوارا نہ تھا۔ کہ اس کا حبیب ﷺ اتنی تکلیف اٹھائے۔ چنانچہ فرمایا! آپ ﷺ اپنی زبان کو قرآن سیکھنے کے لئے جلدی جلدی حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے زمہ ہے۔ اس فرمان کے بعد آپ ﷺ کی عادت ہوگئی۔ کہ جب بھی جبرئیل امین علیہ السلام آتے۔ آپ ﷺ خاموش ہوکر بیٹھ کر سنتے رہتے۔ اور پھر اس کے جانے کے بعد بالکل اسی طرح پڑھتے۔ جس طرح روح القدس سے سنتے تھے۔ آخری عمر میں وحی کا سلسلہ عروج پر تھا۔ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ آغاز وحی میں آپ ﷺ پر خوف وہراس اور دہشت قائم ہوگئی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب مانوس ہوگئے۔ تو اشتیاق کا یہ عالم ہوا کہ وحی آنے میں زرا دیر ہوجاتی تو آپ ﷺ بے چین اور مضطرب ہوجاتے۔ وحی کے نازل ہونے کا کوئی وقت یا مقام مقرر نہیں تھا۔ حسب ضرورت جہاں چاہتا جب چاہتا اللہ حضرت جبرئیلؑ کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیتا۔ البتہ ماہ رمضان میں روح القدس روز حاضر ہوکر آپ ﷺ سے قرآن مجید سنتے۔ اور خود آپ ﷺ کو سناتے تھے۔ قرآن الحکیم کے نزول کی مدت جیسا کہ قبل زکر ہوچکا ہے 23 سال ہے۔ اس میں سے پہلے 12 سال ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں گزرے۔ اس وقت چونکہ اسلام نے ابتدائی منازل میں قدم رکھا تھا۔ اس لئے مضامین جو قرآن کریم میں نازل کیے گئے۔ وہ بالکل سادہ اور عام موضوعات سے متعلق تھے۔ لیکن ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اپنی ایک الگ ریاست قائم ہوگئی۔ اور علیحدہ معاشرہ وجود میں آگیا۔ تو خدائے بزرگ وبرتر نے اپنی رحمت سے پورے قواعد وضوابط اور رہن سہن کے طریقے بھی وحی کے زریعے بھیج دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تمام صورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ پہلی جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ انہیں مکی کہتے ہیں۔ اور دوسری جو مدینہ منورہ میں یا قرب جوار میں نازل ہوئیں۔ انہیں مدنی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا۔ کہ جب بھی وحی نازل ہوتی۔ آپ ﷺ لفظ بالفظ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو سنادیتے۔ کئی حاضرین اسے زبانی یاد کرلیتے۔ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہے کہ یہ قرآن روشن آیات کا مجموعہ ہے۔ جو علم والوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ حضور ﷺ نے چند لکھنے والے بھی مقرر کر رکھے تھے۔ انکو کاتبان وحی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فورا لکھوالیتے۔ اور ساتھ یہ بھی بتادیتے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھا جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن کریم کی موجودہ صورت اور ترتیب خود آپ ﷺ نے حکم الٰہی سے دلوائی تھی۔ اور اس میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں ہوا۔ تدوین قرآن کا کام اصل میں عہد نبوی ﷺ سے شروع ہوچکا تھا۔ مکہ میں وحی لکھنے کا کام حضرت ابوبکر۔ حضرت علی۔ اور حضرت عثمان رضوان اللہ عنہم اجمعین کے سپرد تھا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا وحی کثرت سے نازل ہونے لگی۔ چنانچہ مدینہ میں ان کاتبان وحی کے علاوہ زید بن ثابت۔ حضرت معاویہ۔ اور حضرت زبیر بن عوام۔ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو بھی اس کام پر معمور کردیا گیا۔ یہ لوگ تو بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے مقرر کیے گئے۔ اور ان کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ایسے تھے۔ جنھوں نے اپنے جزبہ شوق کے تحت قرآن مجید لکھا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تو سارا قرآن مجید جمع کیا تھا۔ اور رات بھر پڑھتے رہتے تھے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ایک ماہ کے اندر ختم کرنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید میں بھی کئی جگہ شہادت موجود ہے۔ کہ قرآن کتاب کی صورت میں یکجا جمع ہے۔ اس کے علاوہ امام قرطبی فرماتے ہیں۔ کہ مسلسل حدیثوں سے یہ بات مصمم ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں سے زید بن ثابت۔ ابی بن کعب۔ ابوزید۔ اور معاز بن جبل۔ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے ہمارا قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر جمع کیا تھا۔ اور کچھ دوسروں سے بھی سنا تھا۔ لیکن بعد میں اسے کتاب کی شکل میں ایک جگہ جمع کرلیا گیا تھا۔ قرآن میں کئی جگہ کتاب کا زکر آیا ہے۔ ویسے تو شروع ہی میں سورۃ البقرہ میں کہہ دیا کہ اس کتاب میں کوئی شک شبہ نہیں۔ لیکن سورۃ واقعہ میں اور بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ''یہ قرآن عزت والا ہے محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس کو پاک لوگ ہاتھ لگاتے ہیں۔ بہرحال یہ امر اچھی طرح واضح ہوگیا ہے۔ کہ تدوین قرآن کا کام عہد نبوی ﷺ میں سرکاری طور پر شروع ہوچکا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اب دین اسلام کی تبلیغ پوری ہوچکی اور جس مشن کے لئے آپ ﷺ کو دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ وہ اُس میں مکمل طور پر کامیاب ہوچکے ہیں۔ تو آپ ﷺ پر آخری وحی اسی طرح نازل ہوئی۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

(آج ہم نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا) اس کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کا وصال بھی ہوگیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد عہد خلفائے راشدین کا آغاز ہوتا ہے۔ خلفائے راشدین کے ابتدائی دور میں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ تو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کے بعد قرآن مجید کی حفاظت کا مسئلہ وقت طلب ہوگیا جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی اکثریت شہید ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوررس نگاہوں نے فوراً بھانپ لیا۔ کہ اگر دوسرے معرکوں میں اسی طرح کثرت سے حفاظ شہید ہونے لگے تو قرآن مجید کی حفاظت مخدوش ہو جائے گی۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحث وتمحیص ک بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہدایت کردی۔ کہ ان حالات کے پیش نظر قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ یہ بات تو پہلے

بیان کی جا چکی ہے۔ کہ پورے کا پورا قرآن مجید آپ ﷺ کے حکم سے لکھا ہوا موجود تھا۔ لیکن دقت یہ تھی کہ مختلف چیزوں پر مختلف حصے لکھے ہوئے تھے۔ کھجور کی چھال بڑی بڑی ہڈیوں اور پتھر کے ٹکڑوں پر لکھنے کے بعد اب یہ خطرہ تھا کہ اگر سارے حفاظ شہید ہوگئے تو پھر ترتیب وتدوین میں ردوبدل کا جائزہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ لہذا یہ ضروری ہوگیا کہ حفاظ کی امداد سے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے قرآن مجید کو عہد نبوی کی ترتیب کے مطابق یکجا کردیا جائے تاکہ ردوبدل کا امکان باقی نہ رہے۔ اور یہی کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت کے حکم سے سرانجام دیا۔ مختلف ٹکڑوں پر لکھے قرآن مجید کا حفاظ کے حافظ سے مقابلہ کر کے از سر نو اکھٹا کردیا۔ اور ترتیب وہی رکھی جو عہد نبوی میں تھی۔ یہ پہلا قرآن مجید تھا جو اوراق پر کتابی شکل میں لکھا گیا۔ یہ نسخہ قرآن خلیفہ وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رکھ دیا گیا۔ ان کے بعد اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی صاحبزادی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں قرآن کریم کے کئی نسخے ملک کے اندر تقسیم کرائے کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد مصر وشام اور عراق ویمن کے ملکوں میں تقریباً ایک لاکھ افراد کے پاس قرآن مجید کے نسخے موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ تو حفاظت قرآن کی ضرورت اہمیت اختیار کرگئی۔ کیونکہ حذیفہ بن یمان جب خلیفہ کے حکم سے آزربائی جان کے صوبہ پر بحیثیت سپہ سالار حملہ کر رہے تھے۔ تو انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ انہوں نے واپس پر اپنے مشیر سعید بن عاص سے بات چیت کی۔ اور اس نتیجے پر پہنچے کے ہر علاقہ کے لوگ یہ سمجھ بیٹے ہیں کہ ہم نے فلاں سے قرآن مجید پڑھنا سیکھا ہے لہذا ہماری قراءت دوسروں بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے آگاہ کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ بروقت معاملات پر قابو پا لیا جائے۔ ورنہ علاقائی اختلافات زور پکڑنے کے بعد ہمیشہ کے لئے معاملہ بگڑ جائے گا۔ اور اس کا صرف یہی حل ہے۔ کہ سرکاری نسخہ شائع کردیا جائے۔ بات واقعی قابل غور تھی۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کا اجلاس طلب کیا۔ اور حالات سے آگاہ کیا فیصلہ یہی ٹھرا کہ سرکاری نسخے کی اشاعت ناگزیر ہے۔

اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا نسخہ منگوایا گیا جس کی کئی نقلیں پورے عالم اسلام میں تقسیم کروادی گئیں۔ نقل نویسی کے کام کے لئے جس کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔ اس کے انچارج حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ باقی ممبران میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سعید ابن عاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ اختلافی رسم الخط ختم کردیئے گئے۔ اور قرآن مجید کو قریش کے رسم الخط میں رقم کیا گیا ہے۔

اس مرحلے میں پہنچ کر دو چیزوں کی وضاحت ضروری ہوجاتی ہے۔ اول یہ کہ حفاظت قرآن کمیٹی کا انچارج حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کیوں مقرر کیا گیا۔ دوئم اختلاف قراءت کا مسئلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ وہ نوجوان سمجھ دار اور دانا تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ حضور ﷺ کے زمانہ میں قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ لہذا خلیفہ وقت کو ان پر اعتماد تھا۔ کہ پوری محنت اور تحقیق کے بعد یہ کام سرانجام دیں گے۔ امام قرطبی کی رائے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دوسرے اکابر صحابہ کی نسبت زیادہ قرآن یاد تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں سارا قرآن زبانی یاد کرلیا تھا۔ ان کے انتخاب کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید جب حضرت جبرئیل امینؑ کے سامنے رکھا گیا۔ تو وہ خود بھی موجود تھے۔ نیز آپ ﷺ اور جبرئیل امینؑ کے ساتھ دورہ قرآن میں شریک تھے۔ یہ وہ شرف تھا جو کسی دوسرے صحابی کے حصہ میں نہیں آیا تھا۔ اس امتیاز کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا انتخاب کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں حفاظت قرآن کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے کسی حصہ کے تلف ہونے کا امکان نہ رہے۔ (الارشاد جدید جنوری سن 1965ء)

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذي اورثنا علم النبی وجعلہ احسن المواریث

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد الذي اوتی جوامع الکلم وخیر الاحادیث وعلی الہ واصحابہ الذین ورثوا العلم وصاروا بہ ملاویث وعلی اتباعھم الذین اشاعوا سنن نبیھم وقمعوا اہل البدع کالبراغیث

اما بعد!

پہلی امتیں جو آسمانی کتابوں کی وارث بنی تھیں۔ وہی اُن کی کتابوں کی محافظ بھی مقرر کی گئیں تھیں۔ جیسا کہ قرآن کی سورت مائدہ میں بیان ہوا ہے۔

اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ

(وہی لوگ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے۔ اور وہی لوگ اس کے کتاب اللہ ہونے پر شاہد تھے۔) لیکن اُن لوگوں نے نفسانی خواہشوں اور دنیا کی لالچوں میں پھنس کر اُن کی کتابوں کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران (آیت نمبر 187) میں فرمایا!

فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

(اُنھوں نے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔ اور اُس کے عوض دنیا کی متاع قلیل لے بیٹھے) یہی نہیں بلکہ اس کتاب میں من مانی تحریف بھی کرنی شروع کر دی تھی۔ جیسا کہ سورۃ مائدہ آیت نمبر 13) میں ارشاد ہوا۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ

کلمات کو اس جگہ سے بدلتے اور جن امور کی نصیحت کیئے گئے تھے۔ اُس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے تھے۔) اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں ایسی کتاب نازل فرمائی۔ جس کی حفاظت کا بار بجائے اس کے کہ کسی انسان کے کاندھوں پر ڈالا جاتا۔ خود اپنے زمہ لے لیا۔ اور سورۃ حجر آیت نمبر 9 میں فرمایا!

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(بے شک ہم ہی نے اس نصیحت نامے کو بھیجا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے زمہ دار ہیں۔) پس جب قرآن مجید کا محافظ وہ خود ہوا۔ تو اُسی کو اس کا جامع بھی ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ اُس نے اس کا بھی زمہ لیا اور سورۃ قیامہ آیت نمبر 17 میں اعلان فرما دیا۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

(بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور ترتیب دینا)

سبحان اللہ جل جلالہ

مسلمان مصنفین اور واعظین نے چونکہ ان امور پر غور نہیں فرمایا! اس لیئے اُن کے قلم اور زبان سے بکثرت یہ جملہ شائع ہو کر مشہور ہو گیا کہ "قرآن مجید کے جمع کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (حالانکہ وہ محض ناقل۔ اور ملکوں میں اسکو پھیلانے والے تھے۔) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین اسلام کو ایک سند ہاتھ آئی۔ اور اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ عیسائی حضرات نے اس میں سب سے سبقت کی انھوں نے دیکھا کہ خود تو ہم اصلی صحیفہ ربانیہ کھو چکے ہیں۔ لاؤ مسلمان کی الہامی کتاب قرآن کو بھی غیر اصلی کہنا شروع کر دیں۔ چنانچہ اُن کے پادریوں اور مصنفوں نے شور مچانا شروع کیا کہ قرآن مجید ناقص ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہ انسانوں کا جمع کیا ہوا ہے۔ لہذا یہ بھی غیر معتبر ہے۔ اور ثبوت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جامع قرآن ہونے کا حوالہ پیش کیا۔ چنانچہ زمانہ حال کا مشہور عیسائی مصنف پادری اکبر مسیح اپنی کتاب تاویل القرآن کے تیسرے باب ص 27 میں تاریخ قرآن پر ریویو کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"موجودہ قرآن خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کیا ہوا ہے۔ جو کہ اُس قرآن کا کچھ تھوڑا سا حصہ ہے جو محمد (ﷺ) پر اُترا تھا۔ قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ ساقط

ہوگیا۔ اور جو بچ گیا وہ بد لطمی سے مرتب ہوا۔''

اسلام کی نئی مدمقابل سوسائٹی جو آریہ سماج کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس نے بھی عیسائیوں کی پوری کاسہ لیسی کی۔ چنانچہ آگرہ کے اخبار''آریہ مسافر''میں پنڈت بھوجدت آنجہانی ایڈیٹر نے ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن الہامی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ وہ انسانی دماغ کا نتیجہ ہے۔ اور صحابہ کی مرتب کی ہوئی کتاب ہے۔

اس لئے میں نے مارچ 1922ء میں ایک مضمون جمع قرآن کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر جلد 19 کے نمبر 18۔19 میں شایع کرایا۔ اور آخر میں وعدہ کیا کہ اسی چیز کو تفصیل سے رسالہ کی صورت میں شائع کروں گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے وعدہ پورا کرنے کی توفیق بخشی۔ اور مجھے احباب میں سرخرو کیا۔ میں نے اس کتاب کو دو بابوں میں منقسم کیا ہے۔ باب اول جو تین فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں بدلائل واضح ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ قرآن مجید اسی ترتیب کے ساتھ عہد نبوی ﷺ میں جمع کیا جاچکا تھا۔ دوسرے باب میں اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ احادیث نبویہ آخری زمانہ رسالت اور عہد صحابہ میں کتابی صورت میں جمع کی جاچکی تھی۔ نہ کہ دوسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں۔ جیسا کہ مشہور ہے۔

والان اشرع فی المقصود متوکلا علی واہب الخیر والجود

(راقم محمد ابوالقاسم ماہ محرم الحرام 1344 ہجری)

پہلا باب

جو قرآن مجید اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ وہ بعینہ وہی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریئلؑ کی معرفت اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ اور اسی ترتیب پر ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے اپنے عہد سعادت میں لکھوایا۔ صحابہ کرام کو یاد کروایا۔ اور خود پڑھا۔ نہ اس کے کلمات میں کمی بیشی ہوئی نہ اس کی ترتیب میں تبدیلی ہوئی۔ اس دعوے کی دلیلیں زیل کی فصلوں میں ملاحظہ ہوں۔

فصل اول

جامع قرآن خدائے رحمن ہے۔

دلائل قرآنیہ

دلیل اول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔!

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

اس آیت میں تاکید جملہ کے لئے۔ اِنّ اور حصر کے لئے عَلَيْنَا

مقدم کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جمع قرآن صرف ہمارا ہی کام ہے۔ اور اہم اسے ضرور ضرور کریں گے۔ جمع کی صورتیں دو اور صرف دو ہی ہیں۔

1۔ جمع صدر یعنی سینوں میں محفوظ رہنا۔

2۔ جمع مکتوبی یعنی تحریر کی صورت میں جمع ہونا۔

1۔ اول یعنی جمع صدر کی بابت ارشاد ہے۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

یعنی یہ کتاب روشن آیات کا مجموعہ ہے۔ جو علم والوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

2۔ دوم۔ یعنی جمع مکتوبی (جو ہمارا مضمون ہے اس کی) کی بابت آیات زیل ملاحظہ ہوں۔

مکی آیات۔

1۔ سورہ طور میں ارشاد ہے۔

وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ

یعنی یہ کتاب (قرآن جس کو جمع مکتوبی کے لحاظ سے ''کتاب'' فرمایا) کشادہ اوراق میں لکھی ہے۔ عربی زبان میں ورق پتلے چمڑے کو کہتے ہیں۔ جس میں اگلے زمانے میں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ صراح میں ہے رق بالفتح پوست آہو کہ بروے نودیسند ''قاموس میں ہے۔ رق جلد رقیق یکتب علیہ (باریک کھال جس پر لکھا جاتا ہے۔ اس کی تایئد عمارۃ بن غزیۃ کی روایت قطع الادیم سے ہوتی ہے۔ جو فتح الباری میں ہے۔

انما کان فی الادیم اولا قبل ان یجمع فی عہد ابی بکر

(پ20صفحہ423)

یعنی عہد ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمع سے پیشتر قرآن مجید پہلے قطعات ادیم یعنی چمڑہ پر لکھا جاتا تھا۔

2۔ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (سورۃ واقعہ 79۔77)

یعنی یہ قرآن عزت والا ہے۔ محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس کو پاک لوگ (صحابہ کاتبان وحی لکھنے کے وقت) چھوتے ہیں۔ اس آیت میں کاتبین قرآن کی طہارت اور صفائی کا بیان ہوا ہے۔ جس سے حفاظت کے لئے احتیاط کا بیان کرنا مقصود ہے اس کی تفصیل تیسری آیت میں ملاحظہ ہو۔

3۔ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ١٣ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ١٤ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ١٥ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ١٦ (سورۃ عبس 13تا16)

یعنی یہ قرآن عزت والے۔ بلند قدر۔ پاکیزہ۔ صحیفوں میں۔ بزرگ اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں سے لکھا ہے۔ اس آیت میں قرآن کے لکھنے والے صحابہ کی نیکی اور بزرگی نیز اُن کا عمل و اعتقاد دونوں میں درست ہونا بیان ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی شئی کا شبہ اور خیانت کا احتمال پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

4۔ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ٢١ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ٢٢ (بروج 21-22)

یعنی یہ بزرگ قرآن (لکھا جاتا ہے۔) تختہ استوان میں جو حفاظت سے رکھا جاتا ہے۔ لوح کہتے ہیں کاندھے کی چوری ہڈی کو۔ صراح میں ہے۔ لوح کتف وہر چہ پہن باشد از استخوان وچوب وتختہ۔ یعنی لوح کہتے ہیں۔ کتف کو اور ہڈی۔ لکڑی۔ تختہ سے جو چوڑے ہوں۔ کتف کی بابت مجمع البحار میں ہے۔

ہو عظم عریض فی اصل الحیوان کانوا یکتبون فیہ لقلۃ القراطیس عندہم

یعنی چوڑی ہڈی جس پر لوگ کاغذ کی کمی کی وجہ سے لکھا کرتے تھے۔ (کاغذ کا رواج حجاز میں خلیفہ اول کے وقت سے ہوا ہے۔ اور سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے قرآن مجید کو کاغذوں پر لکھوایا ہے۔ جیسا کہ موطا میں ہے۔

جمع ابو بکر القران فی قراطیس

(دیکھو فتح الباری ص423پ20)

لوح وکتف کے بارے میں صحیح بخاری میں آیا ہے۔ کہ جب آیت

لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

الآیۃ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

ادع لی زیدا ولیجئ باللوح والدواۃ والکتف (باب کاتب النبی پ20)

یعنی زید کو بلاؤ۔ (اور کہہ دو کہ قلم) اور دوات اور شانہ کی ہڈی لے کر حاضر ہو۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید لوح یعنی چوڑی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا۔ پھر با حفاظت رکھ دیا جاتا تھا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ٢٢

یہاں تک مکی آیتوں کا ذکر تھا۔ جن سے مکہ مکرمہ میں قرآن مجید کی کتابت باحفاظت کا حال معلوم ہوا۔ اور اس کا اقرار کفار مکہ کو بھی تھا۔ کہ محمد (ص) قرآن لکھوایا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مکی صورت سورۃ فرقان (آیت 5) میں اَكْتَتَبَهَا صاف موجود ہے۔ مفصل تیسری دلیل میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ تمام کتب تاریخ وسیر کتب احوال صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں مرقوم ہے۔ کہ وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر میں گئے۔ اور ان کو لکھا ہوا قرآن پڑھتے ہوئے پایا آخر میں کہنے لگے۔

اعطونی الکتب الذي عندکم قراءہ (دار قطنی ص45)

یعنی یہ جو لکھا ہوا قرآن تمہارے پاس ہے۔ زرا مجھے دنیا میں بھی اُسے پڑھوں۔ معلوم ہوا کہ مکہ سے ہی صحابہ میں قرآن لکھنے کا رواج ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ایسا مشہور ہے کہ سر ولیم میور انگریز نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمد جلد اول ص5 مطبوعہ لندن 1861ء میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ''جب اُس زمانہ میں قرآن کی نقلیں لکھ لی جاتی تھیں۔ تو پیغمبر اسلام کے قوت پانے کے بعد قرآن کے نسخے بکثرت بڑھ گئے ہوں گے۔

مدنی آیات۔

اب بعض مدنی آیتیں ملاحظہ ہوں۔ جن میں قرآن کے مکتوب ہونے کا بہت زیادہ ذکر ہے۔

5۔ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نوشتہ پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر فتح الباری میں یوں مرقوم ہے۔

قد اعلم اللہ فی القران بانہ مجموع فی الصحف فی قولہ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً الایۃ وکان القران مکتوبا فی الصحف (پ 2 ص 422)

یعنی اللہ نے آیت مذکورہ میں خبر دی ہے۔ کہ قرآن مجید صحیفوں میں مکتوب و مجموع ہے۔

6۔ سارے قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر اس کتاب کا نام الکتاب (یعنی مکتوب) آیا ہے شروع میں ہی ہے۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (سورۃ بقرہ۔ 2)

اس کتاب میں شک کا دخل نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق دونوں مذکورہ صورتوں (جمع صدر جمع مکتوبی) کے زریعے سے قرآن کو زمانہ نبوت ہی میں جمع کرا دیا تھا۔ اور ان دونوں صورتوں کو باہم اس لئے مقرر فرمایا کہ بسا اوقات کتابت میں غلطی ہوجاتی ہے۔ تو اسکی اصطلاح ضبط صدر (حافظہ) سے ہوجائے گی۔ اور حافظ میں نسیان یا بھول واقع ہو تو ضبط کتاب سے غلطی رفع ہوجائے گی۔ اس لئے آپ ﷺ حفاظت قرآن کے لئے ہر دو امور (ضبط صدر۔ ضبط مکتوبی) کا بہت خیال رکھتے تھے۔ صحابہ کرام کو یاد بھی کراویتے (چنانچہ حدیث بئر معونہ میں جو ستر قراء شہید ہوئے ان قراء کی بابت فتح الباری میں ہے۔

الذین اشتھروا بحفظ القران (پ 2)

یعنی یہ ستر صحابہ قرآن کے مشہور حافظوں میں سے تھے۔ اس طرح ان کو لکھوا بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث زید کو لکھنے کے لئے اوپر گزری اور آئندہ بھی مذکور ہوں گی۔ ان شاء اللہ

دوسری دلیل

سورۃ فرقان آیت 32 میں فرمایا!

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً

یعنی کافروں نے کہا کہ سارا قرآن محمد ﷺ پر ایک ہی بار کیوں نہ اُتارا گیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تھوڑا تھوڑا اتارنے کی دو وجہیں بیان فرمائیں۔

كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا (25تا32)

اول تثبیت یعنی ضبط صدر دوم ترتیل یعنی ضبط کتابی ترتیل لغت میں ہم جنس اشیاء کو عمدہ طور پر بالترتیب رکھنے کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے۔ الرتل حسن تناسق الشی اساس بلاغت میں ترتیل کے معنی حسن تالیف بھی مذکور ہیں۔ اور حسن تالیف کی ایک صورت یہ ہے کہ جن کلمات سے کلام مرکب ہو۔ ان کو مضمون نویسی میں مناسب موقع پر رکھا جائے اور یہی ضبط کتابی ہے۔

ترتیب آیات۔

آیت مذکورہ سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جمع صدر اور جمع مکتوبی ہر دو میں آیات کی ترتیب بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمائی ہوئی ہے۔ اس کا بیان اس طور پر ہے۔ کہ آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوا کرتا لیکن جمع کی ترتیب (جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

کان النبی مماتتنزل علیہ الایات فید عوابعض من یکتب لہ ویقول لہ ضع ہذہ الایۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا (رواہ ابوداؤد)

یعنی آپ پر جب آیتیں اتریں۔ تو کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوتی جیسا کہ سورہ نجم (آیت 473) میں فرمایا!

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۞ ٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

یعنی دین سے متعلق جو کچھ آپ فرمایئں۔ وہ سب وحی خدا ہوتا ہے۔ آپ کی خواہش کو اس میں دخل نہیں ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ آلایۃ نازل ہوئی۔

فقال جبرئیل للنبی ضعھا علی راس ماتین وثمانین من سورۃ البقرۃ (خازن ج 1 ص 206)

تو جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس آیت کو سورۃ بقرہ کی دو سواسی آیت کے بعد لکھوایئے گا۔ موجودہ قرآن میں اس آیت کا نمبر 281 ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت نمبر وار اور ترتیب سے ہے۔ نیز یہ ترتیب توفیقی یعنی من جانب اللہ ہے۔ علاوہ ازیں سنن ابی داؤد میں آیا ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایعرف فصل السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمان الرحیم

یعنی جب تک بسم اللہ نہ اُترتی آپ کو سورۃ پوری ہو جانے کا علم نہیں ہوتا تھا۔ (مشکواۃ ص 185)

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ ہر سورۃ کی بسم اللہ منزل من اللہ اور آیت قرآنی نیز اُس سورۃ کا جزء ہے۔

2۔ جب کہ بسم اللہ ایک سورۃ کی انتہا اور دوسری سورۃ کی ابتداء کی علامت ہے۔ تو جب تک ہر سورۃ کی آیتیں شروع سے آخر تک کسی خاص ترتیب میں مرتب نہ ہوں۔ کسی خاص سورۃ کے خاتمہ کا علم نہیں ہوسکتا۔

3۔ سورتوں کا فصل وحی ربانی سے ہے۔ اجتہادی نہیں ہے۔

حاصل کلام

یہ کہ ترتیب آیات کا مسئلہ خود قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن خود شہادت دیتا ہے کہ وہ زمانہ نزول میں لکھا جاتا رہا ہے۔ اورروایت بالا سے صاف ثابت ہورہاہے۔ کہ آپ ﷺ قرآن کو خود بڑے اہتمام سے لکھواتے تھے۔ اتقان میں ہے۔

كتابة القران ليست بحدثة فانه صلى الله عليه وسلم كان يامر بكتابته (نوع 18)

یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اسے خود اپنے حکم سے لکھوایا تھا۔

تیسری دلیل

کفار (مخالفین اسلام) کو بھی اس بات کا اقرار تھا کہ آپ ﷺ قرآن لکھواتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں اُن کا مقولہ منقول ہے۔

وَقَالُوٓا أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٱكۡتَتَبَهَا فَهِيَ تُمۡلَىٰ عَلَيۡهِ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلٗا ۝ (فرقان۔ 5)

یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ قصے ہیں پہلوں کے جن کو آپ ﷺ نے لکھوایا ہے۔ پس یہ لکھ کر سنائے جاتے ہیں۔ آپ کو ہر صبح شام۔ طبرانی اوسط میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کاتب وحی فرماتے ہیں۔

فاذا فرغت قال اقرء فاقرءه فان كان فيه سقط اقامه (مجمع الزوائد ج 1 صفحہ 60)

یعنی جب میں لکھ چکتا تو آپ فرماتے کہ اسے سناؤ۔ میں پڑھتا اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی۔ تو آپ اس کی اصلاح کرا دیتے پس دیکھو قرآن مجید کے لکھے جانے کی بابت کافروں نے جو کہا تھا۔ وہ واقعہ کے کس قدر مطابق تھا۔

چوتھی دلیل

قرآن مجید میں کسی آیت یا سورۃ کا جو حوالہ دیا جاتا ہے۔ وہ بھی موجودہ جمع و ترتیب کو من جانب اللہ ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ ھود میں فرمایا!

قُلۡ فَأۡتُواْ بِعَشۡرِ سُوَرٖ مِّثۡلِهِۦ مُفۡتَرَيَٰتٖ (آیت 13)

یعنی لے آؤ دس سورتیں مثل اس کے گھڑ کر۔

یہ حکم سورہ ھود میں دیا گیا ہے۔ جو گیارہویں سورۃ ہے۔ اس سے پیشتر واقعی دس ہی سورتیں ہیں۔ اسی طرح سورۃ نساء میں فرمایا!

وَمَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ فِي يَتَٰمَى ٱلنِّسَآءِ (سورۃ النساء آیت 127)

اس آیت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ علیٰ اختلاف الاقوال آیت میراث یا

وَءَاتُواْ ٱلۡيَتَٰمَىٰٓ أَمۡوَٰلَهُمۡ (آیت نمبر 2)

وَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تُقۡسِطُواْ فِي ٱلۡيَتَٰمَىٰ

(آیت نمبر 3) ہے اور یہ سب آیتیں سورۃ النساء کی ہیں۔ اور پہلے واقع ہیں۔ علیٰ ہذالقیاس سورۃ حج میں فرمایا!

وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ (آیت نمبر 30)

اس آیت میں جن حرام جانوروں کی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ سب اسی سورت سے پہلے کی سورتوں میں واقع ہیں۔ یعنی سورۃ بقرہ سورہ مائدہ سورہ انعام اور سورہ نحل اس کے بعد کسی سورت میں تاآخر قرآن نہیں ہیں۔ اس حسن ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کو ''کلاموصول'' بھی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ٥١ (قصص 28پ۔ 51آیت)

فصل دوم

دلائل ازحدیث

دلیل اول۔

جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بلحاظ کلمات وترتیب وہی ہے۔ جو آپ ﷺ کو حفظ تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو کرایا تھا۔ اور اپنی زندگی میں لکھوایا تھا۔ نیز بطور وردوظیفہ کے اسی کی تلاوت کرتے تھے۔ اس دعوے کی دلیلیں نمبر وار ملاحظہ ہوں۔

1۔ مسند احمد۔ وابوداؤد۔ وابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ وفد بنی ثقیف کے پاس شب کو جا کر ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک شب کو آپ معمول کے خلاف دیر کرکے تشریف لائے۔ تو آپ سے دریافت کیا گیا۔ وجہ تاخیر کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا!

انہ طرء علی جزئی من القران فکرہت ان اجیئ حتی اتمہ قال اوس سالت اصحابہ کیف تحربون القران قالو ثلاث وخمس وسبع وتسع واحدي عشرۃ وثلاث عشرۃ وحذب المفصل وحدہ (ابو داؤد باب تخزیج القرآن)

یعنی کچھ منزل قرآن مجید کی پڑھنے سے رہ گئی تھی۔ تو مجھے پسند نہ آیا کہ اسے ناتمام چھوڑ آکر آؤں۔ اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی راوی حدیث) کہتے ہیں۔ کہ میں نے آپ ﷺ کے اصحاب سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کی منزلیں کیسے پڑھا کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہماری منزلیں یہ ہیں۔ تین سورتیں فاتحہ سے مائدہ تک۔ گویا چار سورتیں ہوتی ہیں۔ لیکن اس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر استغناء نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ ام القرآن (مستقل قرآن) ہے۔ اور مشہور ہے۔ پانچ سورتیں (مائدہ سے یونس تک) سات سورتیں (یونس سے بنی اسرائیل تک) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے شعراء تک) گیارہ سورتیں۔ (شعراء سے والصافات تک) تیرہ سورتیں (والصافات سے سورہ قاف تک) اور مفصل سورتیں (قاف سے آخر تک 65 سورتیں جو مفصل کہلاتی ہیں۔) سب کی سب ایک دفعہ انتہیٰ۔ (دیکھو کتاب المعتصر) اس روایت سے قرآن پاک کی سات منزلیں ثابت ہوئیں۔ جو فمی بشوق کے نام سے مشہور ہیں۔ اور موجودہ قرآن میں اُسی طرح ہیں۔ جس طرح صحابہ کرام اور عہد نبوی میں قرآن مجید کی منزلیں رکھتے اور پڑھتے تھے۔ کیونکہ راوی حدیث اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذیفہ خود صحابی ہیں۔ اور ثقیف کے اس وفد کے ایک فرد ہیں۔ جو طائف سے مدینہ رمضان 9ء میں غزوہ تبوک کے بعد آیا تھا۔ آپ ﷺ روزانہ شب کے وقت ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چند دنوں کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر عہد نبوی میں دوبارہ مدینہ نہ آسکے۔ لہذا اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زمانے میں اُن صحابیوں سے منازل قرآنیہ کو پوچھ لیا تھا۔ جن کو صحبت پیغمبر ﷺ میں کئی سال گزر چکے تھے۔ نیز اُس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ آپ ﷺ خود بھی التزاماً قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور اسی کے آپ ﷺ مامور بھی تھے۔

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (پارہ 21)

اورچونکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس لئے جب تک کسی خاص ترتیب سے حفظ نہ کریں تلاوت مشکل ہے۔ اسی واسطے مولانا بحرلعلوم شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

ظهر من هذا ان الترتيب الذي يقرء عليه القران ثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم (مطبوعہ مصر ص10 ج2)

یعنی جس ترتیب سے آج قرآن پڑھا جاتا ہے۔ وہ وہی ہے جس ترتیب سے آپ ﷺ تلاوت کیا کرتے تھے۔

2۔ قرآن مجید کا ایک خاص ترتیب میں ہونا صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

يعرض القران على النبي كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذي قبض (پ20)

یعنی ہر سال آپ پر ایک قرآن سنایا جاتا۔ اور وفات کے سال دو بار سنایا گیا ظاہر ہے کہ دور میں جب تک کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہ ہو کسی کتاب کے (جس کے اجزاء متعدد اورمضامین مختلف ہوں) کامل ختم کرنے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ پس وہ ترتیب وہی ہے۔ جو ابوداؤد کی روایت بالا میں بیان ہوئی اور وہی اس وقت بھی موجودہ ترتیب ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں بطریق عبیدہ سلمانی مروی ہے۔

ان الذي جمع عليه عثمان الناس يوافق العرضة الاخيرة (فتح الباری پ20 ص438)

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قراءت پر تمام لوگوں کو اکھٹا کیا وہ قراءت اُس قرآن کے موافق ہے۔ جو آپ ﷺ پر آخری بار پیش کیا گیا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے بھی فضائل قرآن میں اسی طرح لکھا ہے۔ صفحہ 92 مطبوعہ مصر) وجہ اس کی یہ ہے کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت جنہوں نے عہد نبوی میں از خود قرآن کو جمع کیا تھا کما سیجی اور عہد صدیقی میں بفرمائش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیفہ میں نقل کیا تھا۔ پھر عہد عثمانی میں بھی انہیں زید نے اس صحیفہ کی متعدد نقلیں کی تھیں۔) وہ خود اس عرصہ اخیرہ کے وقت حاضر تھے۔ جیسا کہ قسطلانی نے شرح بخاری میں ہے۔

كان زيد شهد العرضة الاخيرة وكان يقري الناس بها حتى مات ولذالك اعتمده الصديق في جمعه وولاه عثمان كتابة المصاحف (مطبوعہ مصر ص437 ج7)

یعنی زید بن ثابت پچھلے دور (ما بین جبریئل امین و نبی کریم ﷺ) میں حاضر اور شریک تھے۔ اور اپنی موت تک اسی کے مطابق لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کو جمع قرآن کی خدمت سپرد کی تھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی انھیں سے قرآن کی کئی نقلیں کرائی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض عرصہ اخیرہ کے وقت آپ ﷺ اور حضرت جبرئیل کے دور کو ہی سنا بلکہ اپنا لکھا اور جمع کردہ قرآن بھی اسی وقت آپ ﷺ کو سنایا او اسی کا مقابلہ بھی کرتے گئے تھے۔ جیسا کہ کتاب المعارف لابن قتیبۃ مین ہے۔

كان زيد اخر عرض النبي القران مصحفه وهو اقرب المصاحف من مصحفنا وكتب زيد لعمر (مطبوعہ مصر ص88)

یعنی زید نے عرصہ اخیرہ میں اپنا لکھا ہوا قرآن آپ ﷺ پر پیش کیا۔ اور سنایا وہ قرآن ہمارے لئے موجودہ قرآن جیسا تھا۔ اورانہی زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (کہنے سے عہد صدیق میں خلیفہ کے)لئے قرآن لکھا تھا۔ یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص ایک نسخہ لکھا تھا۔ (فتح الباری ص423 پ20)

3۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال جمعت القران فقرات به كل ليلة فبلغ النبي فقال اقراه في شهر (مسند احمد ج2 ص163) اسنادہ صحیح

(فتح الباری پ20 ص442)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عہد نبوی ﷺ میں سارا قرآن جمع کیا تھا۔ اور ہر رات کو سب پڑھ ڈالتا تھا۔ یہ خبر جب آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ایک ماہ تک ختم کرنے کا حکم دیا۔

قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی عشرین قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی خمس عشر قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی عشر قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی سبع ولا تزیدن علی ذلک (ابو داؤد۔ ص196 ومسند احمد حوالہ مرقومہ)

عبداللہ نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا! تو بیس دن میں ختم کرو۔ عبداللہ نے کہا کے مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا اچھا پندرہ دنوں میں کہا مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہے۔ ارشاد ہوا کہ خیر دس دن میں صحیح عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ سکت رکھتا ہوں۔ حکم ہوا کہ بس سات شب میں ختم کرو۔ اس سے زیادہ کم زمانہ میں ختم نہ کرنا۔ اس روایت سے بھی قرآن مجید کی ایک خاص ترتیب ثابت ہوئی۔ ماہانہ ختم کے لحاظ سے قرآن پاک کی تقسیم تیس پاروں میں ہوتی ہے۔ اور ہفتہ وار ختم سے سات منزلیں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔) وہ بھی خاص زبان وحی ترجمان سے اور حقیقت میں یہ سب اللہ پاک کی طرف سے ہے۔ جس نے خود ہی فرمایا ہے۔

وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا

دوسری دلیل

ذرا ان حدیثوں پر نگاہ ڈالو جن میں صحابہ کو جو قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کی ہدایتیں فرمائی گئیں ہیں۔ اور اُن پر ثواب کے وعدے کیئے گئے ہیں۔ جو کتب حدیث میں باکثرت روایت کی گئی ہیں۔ اُن میں سے چند ہم نقل کرتے ہیں۔

1. عن ابی سعید قال قال النبی اعطوا اعینکم حظھا من العبادۃ النظر فی المصحف والتفکر رواہ البیھقی فی شعب الایمان

(جامع الصغیر للسیوطی مطبوع مصر ج1 ص35)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! آنکھوں کی عبادت کا حصہ آنکھوں کو دو۔ اور وہ قرآن کو دیکھ کر پڑھنا۔ اور اُس میں غور وفکر کرنا ہے۔

2۔ عن ابن مسعود قال قال النبی من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرء فی المصحف (جامع الصغیر ج2 ص157 ومنتخب کنز العمال ص386 ج1)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھنا چاہتا ہے۔ وہ قرآن دیکھ کر پڑھا کرے۔

3۔ عن اوس الثقفی قال قال النبی قراءۃ الرجل القرانفی غیر المصحف الف درجۃ وقراءتہ فی المصحف تضعف علی ذالک الی الفی درجۃ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص180 جامع صغیر ص72 ج2۔ منتخب کنز العمال ص357 وص262 ج1)

حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وفد ثقیف میں آئے تھے۔ جنہوں نے صحابہ سے قرآن کی سات منزلیں دریافت کی تھیں۔ جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ انہوں نے اپنی اُسی آمد میں بھی آپ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ کہ بغیر قرآن کے (یعنی زبانی) اس کی تلاوت کا ثواب ایک ہزار نیکی ہے۔ اور قرآن کھول کر دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دو ہزار ہوتا ہے۔

4۔ عن عمرو بن اوس قال قال النبی قراءتک نظرا تضاعف علی قراءتک ظاھرا کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ

(جامع صغیر جلد دوم ص72 وص63 وفضائل قرآن لابن کثیر ص141)

اوس کے بیٹے عمرو کہتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا !جس طرح فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت ہے۔ اسی طرح قرآن دیکھ کر پڑھنے کو فضیلت ہے زبانی پڑھنے پر۔

5. عن عبادۃ بن الصامت قال قال النبی افضل عبادۃ امتی قراءۃ القران نظرا (جامع صغیر ص 42 ج 1 ومنتخب کنز ص 357 ج 1)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی افضل عبادت قرآن دیکھ کر پڑھنا ہے۔

6۔ عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ادام النظر فی المصحف متع بصرہ مادام فی الدنیا

(منتخب کنز العمال بر حاشیہ احمد جلد اول ص 362)

آپ ﷺ نے فرمایا !کہ جو شخص قرآن مجید کو ہمیشہ دیکھ کر پڑھا کرے گا۔ جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے گا اس کی بینائی باقی رہے گی یعنی خراب نہ ہوگی۔

7۔ عن عبداللہ ابن زبیر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قراء القران ناظرا حتی یختمہ غرس اللہ لہ شجرۃ فی الجنۃ (کتاب مذکور ص 363 ج 1)

آپ ﷺ نے فرمایا !کہ جو مسلمان قرآن مجید کو شروع سے ختم تک برابر دیکھ کر پڑھے گا اُس کے لئے اللہ تعالیٰ بہشت میں درخت لگائے گا۔ سبحان اللہ

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لوگوں سے فرمایا کرتے تھے۔

قال ابن عمر اذا رجع احدکم فلیات المصحف فلیفتحہ والیقرء فیہ (کتاب مذکور ص 370 ج 1۔ وفضائل قرآن ابن کثیر ص 141)

یعنی جب تم گھر میں داخل ہو تو سب سے پہلے قرآن کھول کر پڑھ لیا کرو۔ پھر دوسرے کاموں میں مشغول ہو۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا عمل بھی اسی پر تھا۔ جیسا کہ خثیمہ کہتے ہیں۔

دخلت علی ابن عمر وھو یقراء المصحف (فضائل قرآن صفحہ 141)

یعنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گیا تو وہ قران کھولے تلاوت کر رہے تھے۔ ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ کما سیجی

8. عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الغرباء فی الدنیا اربعۃ مصحف فی بیت لایقرء فیہ (منتخب کنز العمال ج 1 ص 394)

آپ ﷺ نے فرمایا !دنیا میں وہ قرآن کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ جو کسی گھر میں وہ اور سے پڑھا نہ جائے۔

9۔ وعنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مما یلحق المومن من عملہ وحسناتہ بعد موتہ علما نشرہ ومصحفا ورثہ الخ

(رواہ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص 28 جامع صغیر ص 83 ج 1)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا !کہ مومن کو اس کے مرنے کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں سے جن کا ثواب اُسے ملتا ہے۔ علم ہے کہ اس کو پھیلایا اور نسخہ قرآن ہے کہ اپنے وارث کے لئے چھوڑ گیا۔

مقام غور ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اپنی زندگی میں قرآن مجید کو گھر میں رکھنے اس کو دیکھ کر پڑھنے اور وارثوں کے لئے اس کو پیچھے چھوڑ جانے کی موکد ترغیبیں دلا رہے ہیں۔ پس اگر ہر صحابی کے پاس نہیں تو کم از کم اُن کے ہر گھر میں تو ایک ایک نسخہ پورے قرآن مجید کا لکھا ہوا موجود ہوگا۔ ہاں ہاں یقیناً موجود تھا۔ جیسا کہ صحابہ رضوان

اللہ عنہم اجمعین خود کہتے ہیں۔

بین اظھرنا المصاحف وقد تعلمنا مافیھا وعلمنا ھا ابناءنا وذرارینا وخدمنا

(مسند احمد ج 5 ص 266)

یعنی ہم صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے درمیان لکھے ہوئے قرآن موجود تھے۔ جس سے ہم نے سیکھا اپنے بچوں اور خادموں کو سکھایا چنانچہ اُن کے بچے بھی قرآن میں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ جیسا کہ اُسی مسند احمد میں ہے۔

ان رجلا جاء بابن لہ فقال یا رسول اللہ ان ابنی یقرء المصحف بالنھار (فضائل قرآن ابن کثیر مطبوعہ مصر صفحہ 199)

یعنی ایک صحابی اپنے بچوں کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ اور کہا کہ میرا یہ بچہ دن میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی ذاکر خدا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کثرت سے قرآن مجید کو لکھا اور لکھوایا اور ناظرہ خوانی شروع کی کہ آپ ﷺ کو خطرہ ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اسی لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ کر بیٹھیں۔ اور اسے حفظ کرنا ترک کر دیں۔ تو آپ ﷺ نے اُن کے گھروں میں بکثرت لکھے ہوئے قرآنوں کو دیکھ کر یہ بھی فرمایا (جو آگے آتا ہے۔)

10۔ عن ابی امامۃ قال قال النبی لا تغرنکم ہذہ المصاحف المعلقۃ ان اللہ لا یعذب وقلبا وعی القران

(منتخب کنز العمال ص 362 ج 1)

آپ ﷺ نے فرمایا! کہ تم یہ لکھے ہوئے قرآن کے نسخے جو تمہارے گھروں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ حفظ کرنے سے غفلت میں نہ ڈال دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں کرے گا۔ جسکے دل میں قرآن حفظ ہو۔

اللہ اکبر! معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں صحابہ نے قرآن کے بے شمار نسخے لکھ ڈالے تھے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

تیسری دلیل

جب قرآن مجید کتابی شکل میں بکثرت ہو گیا تو ضرور تھا کہ شارعؑ کی طرف سے اُس کے آداب بھی بتائے جاتے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

عن حکیم بن حزام ان النبی قال تمس القران الا طاھرا

(دار قطنی ص 45)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! کہ قرآن پاک کو طہارت کی حالت میں چھونا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم کتابی شکل کے لئے ہے۔ کیونکہ جو چیز ہاتھوں سے چھوئی جاسکے۔ اُسے خارج میں موجود ہونا چاہیے۔ لطف یہ کہ یہ حکم نہ محض مدینہ طیبہ کے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو دیا گیا بلکہ دیگر ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین موجود تھے۔ یہی حکم تحریری صورت میں بھیجا گیا۔ چنانچہ یمن والوں کو عمرو بن حزم صحابی کی معرفت جو بہت سے احکام حدیثی آنحضرت ﷺ نے لکھوا کر روانہ فرمائے تھے۔ جس کا مفصل بیان اس کتاب کے دوسرے باب میں جمع وکتابت احادیث کی بحث میں آئے گا۔ اس میں ایک حکم یہ بھی تھا۔

ان لایمس القران الاطاہرا

(مشکواۃ ص42۔ وبلوغ المرام مطبوع مصر ص38)

یعنی قرآن کو بجز پاک شخص کے اور کوئی نہ چھوئے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں یمن والوں کے پاس بھی لکھا ہوا۔ قرآن بکثرت موجود تھا۔ پھر پایہ تخت نبوت ودار الحکومت اسلام یعنی مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کے مکتوبی نسخے کتنی کثیر تعداد میں ہوں گے۔

خدا بس خوب می داند شمار نسخہ ء قرآن

چوتھی دلیل

دوسرا ادب قرآن پاک کا کی بابت یہ بتایا گیا۔

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یسافر بالقران الی ارض العدو (کتاب الجہاد صحیح بخاری)

وفی روایۃ الاحمد نہی ان یسافر بالمصحف الخ

(فتح الباری انصاری پارہ 12 ص 109)

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا! کہ دشمن کے ملک میں قرآن مجید کو ساتھ لے کر کوئی مسلمان نہ جائے۔ صحیح مسلم میں اتنا زیادہ ہے۔

مخافۃ ان ینالہ العدو (ج 2 صفحہ 131)

یعنی اس خوف سے کہ (بصورت شکست) دشمن اسے چھین لیں گے۔ اور اس کی توہین کریں گے۔ دشمنوں کے ہاتھ میں جانے والا قرآن لکھا ہوا ہی ہوسکتا ہے۔ ورنہ قرآن کے ساتھ سفر کی ممانعت کے کیا معنی جو قرآن سینوں میں محفوظ ہے۔ اس کو اعداء چھین نہیں سکتے اسی لئے۔ امام بخاریؒ نے حدیث مذکور کے بعد لکھا ہے۔

وقد سافر النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وہم یعلمون القران (پ 12)

کہ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے اس حال میں سفر کیا ہے کہ وہ قرآن جانتے تھے۔ یعنی اُن سینوں میں حفظ تھا۔

گذشتہ دلائل نمبر 2۔3۔4 سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ قرآن مجید کے متعدد نسخے صحابہ کرام کے پاس عہد نبوی میں کتابی صورت میں جمع شدہ موجود تھے۔ وہ لوگ ان نسخوں میں تلاوت کرتے اور ختم کرتے تھے۔ جیسا کہ مجمع البیان میں ہے۔

ان القران کان علیعہد النبی مجموعا مولفا علی ما ہو علیہ الان وان جماعۃ من الصحابۃ ختموا القران علیہ مرۃ ختمات یدل علی انہ کان مجموعا مرتبا 1

یعنی قرآن مجید آج جس ترتیب سے موجود ہے۔ اس ترتیب میں عہد نبوی سے جمع ہوچکا تھا۔ اور اسی ترتیب سے صحابہ نے آپ پر بہت سے ختم قرآن کے سنائے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔

1۔ تفسیر مجمع البیان للطبری طبع ایران جلد اول ص 5

انما الف القران علی ما کانوا یسمعونہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(کتاب فضائل قرآن ابن کثیر مطبوعہ مصر ص86)

یعنی قرآن کی ترتیب وہی ہے۔ جو صحابہ نے آپ ﷺ سے سنی ہے۔ حافظ نووی تبیان میں لکھتے ہیں۔

ان القران کان مولفا فی زمن النبی علی ما ھو فی المصاحف الیوم

(کتاب التبیان فی آداب القرآن)

یعنی قرآن آج جس ترتیب سے مصحفوں میں موجود ہے۔

یہ عہد نبوی کا یہ ترتیب دیا ہوا ہے۔ اور تو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان القران کان مجموعا مولفا علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(رسالہ تواتر قرآن)

یعنی یہ قرآن عہد نبوی کا ہی جمع کیا ہوا اور ترتیب دیا ہوا ہے پس یہ کہنا بالکل درست ہو گا کہ

نہ تنہا من درین میخانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

پانچویں دلیل

ترغیب نبوی سے جب کہ صحابہ کرام کے پاس قرآن مجید کی جلدیں بکثرت موجود تھیں۔ تو کیا آپ ﷺ کے پاس قرآن کی کوئی مکمل جلد موجود نہ ہوگی۔ ضرور موجود تھی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اس امر کا ایک خاص باب ہی منعقد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

باب لم یترک النبی الا ما بین الدفتین

پھر بالاسناد روایت لائے ہیں۔

قال ابن عباس و محمد بن الحنفیۃ ما ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ما بین الدفتین (بخاری پ21)

یعنی آپ ﷺ نے پورا قرآن مجید دو چوبی وتیوں کے درمیان میں چھوڑا تھا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

کانو یکتبون المصحف فی الرق و یجعلون لہ دفتین من خشب

(ص508۔ پ24)

یعنی قرآن مجید چرمی اوراق میں مکتوب تھا۔ دوچوبی وفتیاں اس کے دونوں طرف تھیں۔چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔۔

قالت امیعقوب لقدقرات ما بین لوحی المصحف (ج 2ص 205)

یعنی میں نے قرآن مجید پڑھا تھا۔جو دو تختیوں کے درمیان میں تھا۔ صحیح بخاری کی روایت مذکورہ اس امر میں نص صریح ہے۔کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کو مکمل و مرتب و مجلد چھوڑاتھا۔اسی کو بوقت انتقال فرمایا تھا۔

ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدہما کتاب اللہ و سنتی رواہ الحاکم عن ابی ہریرہ (جامع صغیر للسیوطی ص 7 مطبوع مصر)

یعنی میں تم سے دوچیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ان کے رہتے تم گمراہ نہ ہوگے۔قرآن مجید اوردوسری حدیث

فصل سوم

آثار صحابہ

صحیح بخاری میں ہے۔

عن انس جمع لقران علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلہم من الانصار ابی و معاذ و زید بن ثابت و ابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی قال انس ونحن ورثناہ (پارہ 20 باب القراءت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں چار انصاریوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ حضرت ابی ومعاز زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انس سے پوچھا گیا۔کہ ابوزید کون ہیں جواب دیا کہ میرے چچاتھے۔پھر انس نے کہا کہ ابوزید کا جمع کیا ہوا قرآن مجھے ورثہ میں ملا تھا۔

انس کا مقول مذکورہ درحقیقت ایک سوال اک جواب ہے۔جیساکہ بخاری کی دوسری حدیث میں مذکورہ ہے۔

قال قتادۃ سالت انسا من جمع القران علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ (پ20 باب القراء)

اس روایت میں القرآن کا الف لام عہدی حضور ہے جوہذا کے معنی میں ہے۔قتادہ تابعی نے انس صحابی سے دریافت کیا کہ یہ قرآن (جوہمارے زمانہ میں اس ترتیب سے جمع شدہ موجود ہے۔اس کو) عہد رسالت میں کن لوگوں نے جمع کیا تھا۔حضرت انس نے قتادہ کواسی قرآن زیر سوال کی بابت جواب دیا کہ انصار میں سے چار شخصوں نے ابی و معاویہ وزید وابو زید رضوان اللہ عنہم اجمین

حضرت زید کا اپنے لکھے ہوئے قرآن کو آپ ﷺ پر عرضۃ اخیرہ میں پیش کرنے کا ذکر کتاب المعارف سے ہم نے صفحہ 15 پر کردیا ہے۔

حضرت ابو سعید بن عبید بن نعمان انصاری کے حال میں اسد الغابہ میں ہے۔

ہو اول من جمع القران من الانصار

یعنی انصار میں یہ اول جامع قرآن میں۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو سادے طور سے لکھا تھا۔ اور جب عہد عثمانی میں لوگوں نے مطلیٰ و محلیٰ (چاندی اوسونے سے مزین) کیا جیسا کہ منتخب کنزالعمال میں ہے۔

جمعوالقران علی عہد عثمان وانہم فضضواالمصاحف

(ص400ج1۔ برحاشیہ احمد)

توحضرت ابی سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔

قال ابی ابن کعب اذا حلیتم مصاحفکم فعلیکم الدعار

(کتاب مذکور ص401ج1)

یعنی تم لوگوں نےاپنے قرآنوں کو مطلیٰ و محلیٰ کیا ہے۔ اب تمہای ہلاکت کا وقت آگیا ہے۔ نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

جیئ ابن مسعود بمصحف قد زین بالذہب فقال انہ احسن مازین بہ المصحف تلاوتہ (کتاب مذکور ص403ج1)

جب ابن مسعود کے سامنے ایسا قرآن پش کیا گیا۔ جو سونے سے مذین تھا۔ تو فرمایا کہ قرآن مجید کی عمدہ زینت اس کی تلاوت کرنی ہے۔

یہ عبداللہ بن مسعود بھی قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری باب تالیف القرآن میں تالیف ابن مسعود کا ذکر موجود ہے۔ نیز آگے ازالۃ الخفا کے حوالہ سے منقول ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ ابن مسعود۔ کے شاگردوں کے پاس بھی لکھا ہوا قرآن موجود تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن ابی الاحوص قال کنا فی دارابی موسی مع نضر من اصحاب ابن مسعود وہم ینظرون فی مصحف (ج1ص293)

ابو الاحوص کہتے ہیں کہ ہم لوگ ابو موسیٰ اشعری کے گھر میں ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس تھے۔ اور وہ لوگ لکھے ہوئے قرآن میں دیکھ رہے تھے۔ حافظ ابن کثیر فضائل قرآن میں لکھتے ہیں۔

عن ابن مسعود انہ کان اذا اجتمع الیہ اخوانہ لشرواالمصحف وقال ابن مسعود اویموا النظر فی المصحف (ص141 مطبوعہ مصر)

یعنی ابن مسعود کے پاس جب لوگ جمع ہوئے تو قرآن کھول کر بیٹھ جاتے حضرت ابن مسعوداُن کو تاکیداً فرماتے کہ ہمیشہ قرآن میں دیکھ کر پڑھا کرو۔ غالباً ابن مسعود کو وہ مرفوع حدیث پہنچ گئی تھی جو فصل دوم کی دوسری دلیل کے نمبر 3 میں بیان ہوئی ہے اور حدیث نمبر 2 کے تو راوی وہی ہیں۔ ابن مسعود سے یہ بھی منقول ہے۔ کہ وہ فرمایا کرتے۔

یکتب لمصاحف مصري (منتخب کنز ص402ج1)

یعنی قرآن مجید کے لکھنے والے قبیلہ مضر سے سے ہوں یعنی قریشی ہوں۔ غرض عہد نبوی میں قرآن مجید کو کتابوں کی شکل میں لکھنے والوں میں پانچ شخصوں کا بیان ہوچکا ہے۔ 1۔ ابی۔ 2۔ زید۔ 3 ابوزید۔۔ 4۔ ابن مسعود 5۔ معاذ۔ اور چھٹے عبداللہ بن عمر عاص رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ ان کا عہد نبوی میں قرآن لکھنا اور جمع کرنا مسند احمد وسنن نسائیٰ کی روایتوں کے حوالہ سے فصل دوم کی پہلی دلیل لے تیسرے پیراگراف میں بیان ہوچکا ہے۔

ساتوں حضرت عثان ہیں۔ آٹھویں حضرت علی ہیں۔ اور نویں حضرت سالم رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ ان لوگوں نے بھی عہد نبوی میں مثل دیگر صحابہ کرام کے قرآن مجید لکھا اور جمع کیا تھا۔ جیسا کہ ازالۃ الخلفاء میں ہے۔

اخرج عمر و عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القران علی عهد النبی وهو حی عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود من المهجرین و سالم مولی ابی حذیفۃ (ج 2 ص 272)

یعنی عہد نبوی میں مہاجرین صحابہ میں سے قرآن جمع کرنے والے حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ ابن مسعود۔ اور سالم رضوان اللہ عنهم اجمعین ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن جمع کرنا ابھی اوپر صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان ہوچکا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد نبوی میں قرآن کا جمع کرنا طبقات ابن سعد میں بھی مذکور ہے۔ نیز مفتاح الدعادۃ میں ہے۔

عثمان بن عفان احد من جمع القران علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ج 1 ص 350)

یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد نبوی میں قرآن جمع کیا تھا۔ اسی طرح صواعق محرقہ مصری ص 69 اور تاریخ خلفاء مصری ص 63 میں بھی مرقوم ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پڑھنے کے لئے قرآن کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ چنانچہ باغیوں نے آپ کی شہادت کے وقت جب آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری ہے تو آپ نے اپنا وہ ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

واللہ انها لاول ید خطت المصحف

(فضائل قرآن ابن کثیر ص 49-50)

یعنی یہ وہ ہاتھ ہے۔ جس نے پہلے قرآن کو لکھا تھا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اُس وقت حضرت عثمان اپنے سامنے جس قرآن کو رکھ کر تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ الذي كتبه بيده وہ تھا۔ جو انہیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس قرآن کی زیارت ابن کثیر نے (جو آٹھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔) اپنی زندگی میں شہر دمشق کی جامع مسجد میں کی تھی۔

(فضائل قرآن مصری ص 49)

حضرت علی کا قرآن جمع کرنا علاوہ ازالۃ الخفاء کے فتح الباری میں بھی منقول ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قال ما کتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا القران

(بخاری احمدی ج 1 ص 451)

یعنی قرآن کو ہم نے آپ ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ صواعق محرقہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت مرقوم ہے۔

احد من جمع القران و عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(مصری ص 74)

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن جمع کر کے آپ ﷺ پر پیش کیا۔ اسی طرح سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ دیکھو (ص 64) مطبوع مصر۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے۔ کہ وہ چھوٹی تختی میں قرآن کا لکھنا ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے۔

عن علی انہ کان یکرہ ان یکتب المصحف فی الشی الصغیر

(ج1ص400)

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ براجانتے تھے۔ اس امر کو کہ قرآن کسی چھوٹی سی چیز پر لکھا جائے اور یہ غالباً اس لئے کہ قرآن مجید ایک چھوٹی سی کتاب معلوم ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کنزالعمال میں منقول ہے۔

قرآن مجید کو بعہد نبوی کتابی شکل میں جمع کرنے والوں میں سے نو صحابیوں کا ذکر ہوچکا ہے۔ دسویں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گیارہویں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارھویں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کرنا اس فصل کے شروع میں مذکور ہوچکا ہے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے۔

ہو احد من جمع القران فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ج5ص112)

یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ حضرت ابودرداء کی بابت مفتاح السعادۃ میں ہے۔

احد الذین جمعوا القران علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاخلاف

(ج1ص254)

یعنی عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے بالاتفاق ایک ابودرداء بھی ہیں۔ انہیں ابودرداء سے ایک شخص نے کہا کہ میرے بیٹے نے بھی ایک قرآن لکھ کر جمع کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اسے دعا مغفرت دی۔

(کتاب الزہد الامام احمد)

تیرہویں صحابی حضرت ناجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طفاوی ہیں۔ طبرانی میں ہے۔

کان ناجیۃ یکتب المصاحف (اصابہ واستعاب)

یعنی حضرت ناجیہ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔

چودہویں صحابی مشہور شاعر عرب حضرت لبید بن ربیعہ عامری ہیں۔ جن کا قصیدہ مشہور کتاب سبعہ معلقہ (یا عشرہ معلقہ) میں موجود ہے ان کا حال سنئے۔

انہ لما اسلم کان یکتب القران وترک الشعر (جمرۃ العرب ص30)

عہد نبوی میں لبید نے جب سے اسلام قبول کیا تھا وہ قرآن ہی لکھا کرتے تھے۔

پندرہویں صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ہے۔

ہو احد من جمع القران وکتب بیدہ ومصحف بمصر الی الان بخطہ

(ج2ص243)

یعنی عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد نبوی میں قرآن مجید کو جمع کیا اوراپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اور ان کا لکھا ہوا قرآن مجید مصر میں اب تک (حافظ ابن حجر کے زمانے تک) موجود ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بلکہ فاضل ابن یونس نے اس قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔

قال ابن یوسف مصحفہ بخطہ وہوالان موجود (ج1ص26)

یعنی ابن یونس نے کہا کہ عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لکھا ہوا قرآن اب تک موجود ہے۔

سولہویں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین ہیں۔ کنز العمال میں ہے۔

عن نافع ان حفصۃ دفعت مصحفا الی مولی لہا یکتب (ج1ص236)

نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نےاپنے غلام کو قرآن (جوان کے پاس عہد صدیقی کا تھا۔) نقل کرنے کو دیا۔

اٹھارویں حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن ابی یونس مولی عائشۃ انہ قال امرتنی عائشۃ ان اکتب لہا مصحفا

(ج1ص227)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام ابو یونس کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم دیا۔ کہ اُن کے لئے ایک قرآن مجید لکھوں اسی قرآن کو سامنے رکھ کر اُن کا دوسرا غلام ذکوان نماز کی امامت کرتا تھا۔ اور نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

کانت عائشۃ یوء مہا عبدہا ذکوان من المصحف (بخاری واحمد ج961)

یعنی حضرت عائشہ کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امام بن کر نماز پڑھاتا۔

وعن ہشام بن عروۃ قال قرات فی مصحف عائشۃ

(کنزالعمال ج1ص237)

ہشام کہتے ہیں کہ میں نےاپنے باپ عروہ کی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قرآن مجید میں تلاوت کی ہے۔ اس قرآن کو دیکھنے کےلئے ایک شخص ملک عراق سے سفر کر کے مدینہ آیا تھا۔ تاکہ اس کی نقل کرے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

قال عراقی لعائشۃ یاام المومنین ارینی مصحفک (ج2ص747)

عراقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اے اماں جان مجھے اپنا قرآن مجید دیجئے۔ میں اس کی نقل کروں گا۔ عراق پر ہی کیا موقوف ہے ملک شام سے بھی لوگ بغرض نقل قرآن مدینہ آیا کرتے تھے۔

انطلق رکب من اہل الشام الی المدینة یکتبون مصحفا لہم

(منتخب کنز العمال ج1ص401)

یعنی ملک شام سے ایک پورا قافلہ مدینہ آیا تھا۔ تاکہ اپنے لئے قرآن لکھیں غرض اٹھارہ ہوگئے۔

انیسویں خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جنہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن مجید لکھوایا۔ فتح الباری میں ہے۔

قال زید بن ثابت امرنی فکتبت (پ20ص423)

صحیح بخاری میں ہے۔

فکانت المصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیواتہ ثم عند حفصة بنت عمر (مشکواۃ ص185)

یعنی زید کہتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن لکھنے کا حکم دیا۔ پس میں نے دیکھا یہ نسخہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے مرنے تک رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آخر تک رہا۔ پھر اُن کی بیٹی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ اس نسخے کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگوا کر اُس کی متعدد نقلیں کرائی تھیں جیسا کہ خاتمہ میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ

بیسویں خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے لئے ایک علیحدہ نسخہ لکھوایا تھا جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

فلما ہلک وکان عمر کتبت ذلک (حوالہ مذکورہ)

یعنی جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوگئے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو پھر میں نے اُن کے لئے قرآن لکھا معارف ابن قتیبہ میں ہے۔ یعنی زید نے خاص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی لکھا تھا۔ اسی کو کنز العمال میں یوں لکھا ہے۔

لما جمع عمر بن الخطاب المصحف (ج1ص281)

اسی نسخہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے مکان میں داخل ہوتے قرآن مجید کھول کر پڑھنے لگتے نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھے ہوئے قرآن مجید کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ منتخب کنز العمال میں ہے۔

ان عمر وجد مع مصحفا قد کتبہ کان اذا اراي مصحفا سرة

(ج1ص398)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لکھا ہوا قرآن مجید دیکھا اور آپ جب ایسا قرآن دیکھتے تو خوش ہوجاتے خلیفہ وقت کی خوشی اور قرآن دیکھ کر پڑھنے کی ترغیب والی حدیثوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پاک کے نسخے بکثرت لکھے جانے لگے اور عام طور سے بازاروں میں فروخت ہونے لگے تھے۔ چنانچہ بعض عاشقین قرآن کو یہ بات بُری معلوم ہونے لگی تھی۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے۔ حنظلہ کہتے ہیں۔ کہ میں طاؤس کے ساتھ بازار گیا تو دیکھا کہ لوگ قرآنوں کی بیع و شراء کر رہے ہیں۔ اس پر طاوس نے انا للہ پڑھی آخر طاوس کے استاد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔

سئل ابن عباس عن بیع المصاحف قال لاباس

(منتخب کنز ج1 ص402)

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ بیع قرآن کی بابت آپ کا فتویٰ کیا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب قرآن کی اجرت کی بابت پوچھا گیا۔

انہ سئل عن اجرۃ کتابۃ المصحف فقال لاباس (مشکواۃ ص234)

فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے تو پھر قرآن مجید کے نسخوں کی اتنی کثرت مختلف ممالک میں ہوگئی۔ کہ ان کا صحیح شمار غیر ممکن ہوگیا۔ علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں۔

مات عمر ومائۃ الف مصحف من مصر الی العراق والشام والیمن فما بین ذلک (ملل و نحل ص80 ج2)

یعنی مصر سے لے کر عراق وشام ویمن تک اوران ممالک کے درمیان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت قرآن کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے۔

الغرض عہد نبوی میں قرآن مجید کے لکھنے اور جمع کرنے والوں کی صحیح تعداد تو اللہ ہی جا نتا ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں کیا خوب لکھا ہے۔ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ قرآن جمع کرنے والے لوگوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا بیس نام تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ باقی لوگوں کے نام اللہ ہی جا نتا ہے۔

ایک شبہ کا دفعیہ

روایت مرقومہ بالا میں الفاظ جمع القران یا جمع القران کے جو آئے ہیں۔ ان پر شبہ وارد کیا گیا ہے۔ کہ اس سے مراد جمع صدر یعنی حفظ ہے۔ نہ جمع کتابی اس کا دفعیہ یوں ہے کہ قرآن کے حافظ تو تقریباً سب صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین تھے۔ دیکھو ستر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین جو بیئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ سب حافظ قرآن تھے اسی طرح جنگ یمامہ میں جو ستر صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے وہ بھی سب حافظ تھے۔ ان کے علاوہ جو صحابی عہد نبوی میں زندہ موجود تھے۔ ان میں سے تیس صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے نام شروع بخاری (فتح الباری و عمدۃ القاری) میں موجود ہیں۔ اور جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے زبان وحی ترجمان سے یہ بشارت سنی ہوئی تھی۔ کہ

ان اللہ لا یعذب قلبا وعی القران (منتخب کنز ج1 ص362)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس دل میں قرآن محفوظ ہوگا۔ اس کو عذاب نہیں ہوگا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

لو جعل القران فی اہاب ثم القی فی النار ما احترق (مشکواۃ ص178)

یعنی جس مسلمان کی کھال میں قرآن ہوگا۔ اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔ تو بھلا یہ شبہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظ قرآن نہ ہوگا۔ حالانکہ عرب کا حافظہ مشہور عالم ہے۔ لہذا روایات مرقومہ بالا میں جمع سے مراد کتابی ہے بلکہ بعض روایات میں تو کتابت کی تصریح موجود ہے۔ فتح الباری انصاری پارہ 20 ص 442 یعنی روایات بالا میں جمع سے مراد لکھنا ہے اس سے دیگر اصحاب کے زبانی یاد کرنے کی نفی نہیں ہوتی لیکن یہ لوگ زبانی بھی یاد رکھتے تھے۔ اور لکھ کر بھی جمع کیا۔

خاتمہ

1۔جمع عثمانی کی حقیقت

اوپر یہ لکھا جاچکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت ایک لاکھ نسخہ قرآن مجید کے اطراف وجوانب مدینہ میں شائع ہوچکے تھے۔ تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع قرآن کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ اگر اس وجہ سے کہ انہوں نے عہد نبوی میں اپنے لئے قرآن مجید کا نسخہ لکھا اور جمع کیا تھا جیسا کہ مفتاح السعادۃ اور ازالۃ الخلفائ کے حوالہ سے وپر نقل ہوچکا ہے تو اس امر میں ان کی مزیت کیا ہے۔ بہت سے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اسی طور سے لکھا اور جمع کیا تھا کہ طرز تحریر یعنی رسم خط سب کے جدا تھے۔ اس وجہ سے قراءتیں مختلف ہوجاتی تھیں۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں ایک رسم خط اور ایک قراءۃ پر سب کو جمع کردیا۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کتاب فضائل قرآن میں لکھا ہے۔

ہو جمع الناس علی قراءۃ واحدۃ لئلا یختلفون فی القران

(مطبوع مصر صفحہ 32و70)

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ایک قراءۃ پر جمع کر دیا تھا۔ تاکہ لوگ قرآن پڑھنے میں اختلاف نہ کریں اس لے وہ جامع الناس الی ہذا القرآن تو بے شک ہیں جامع قرآن نہیں ہیں۔ جیسا کہ حارث محاسبی نے کہا۔ کہ لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے جمع کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جو صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند کاتبوں کو بلوا کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ حضرت ابو بکر والا قرآن بھیج دو کہ اس کی متعدد نقلیں کرائی جایئں۔ چنانچہ حضرت زید اور دیگر کاتبوں نے کئی نسخے لکھے جب نقلیں ہوچکیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اطراف وجوانب میں بھجوادیا۔

اس روایت سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن صدیقی کی نقل کا حکم دیا تھا۔ نہ جمع کا یعنی صحیفہ عثمانی نقل تھا۔ صحیفہ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل تھا۔ آپ ﷺ کے قرآن ما بین الدفتین کی۔ جس کو آپ ﷺ چھوڑ گئے تھے۔ اور قرآن نبوی کی ترتیب میں من جانب اللہ تھی۔ جو کہ آپ کو بر زبان یاد تھا۔ اور جس کی آپ سات منزلیں فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پیشتر مفصل لکھا جاچکا ہے۔ لہذا نتیجہ صاف ثاہر ہے کہ جو قرآن اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمایا اور اُسی ترتیب پر ہے جس ترتیب پر آپ ﷺ نے خود تلاوت فرمائی۔ اور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو یاد کرایا اور لکھوادیا۔

اعراب قرآن

مسئلہ جمع قرآن کے محقق ہوجانے کے بعد ضمناً مسئلہ اعراب قرآں کی بابت بھی ایک ضروری ہے۔ اعراب لگانے والوں نے آیا اپنی رائے سے قرآن کی آیتوں پر زیر زبر پیش لگایا ہے یا کسی سوسائٹی کے مشورہ سے یا ضرورت زمانہ سے مجبور ہوکر یا کسی شرعی حکم کے ماتحت جن لوگوں کو حقیقت کا علم نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ زمانہ کی ضرورت نے اعراب لگانے پر مجبور کیا اور اسے وہ بدعت حسنہ کہتے ہی۔ لیکن ابو یعلیٰ و بیہقی کی ایک حدیث فیصلہ کردیتی ہے کہ آیتوں پر اعراب حکم نبوی ﷺ کے تحت لگایا گیا ہے۔ خواہ کسی زمانے میں لگا لہذا جو امر حدیث سے ثابت ہو اس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ ﷺ خود اس کا حکم دے گئے تھے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعربوا القران

(رواہ البیہقی۔ وابو یعلیٰ مشکواۃ ص 180۔ فضائل ابن کثیر ص 201 تاریخ بغداد ج 8 ص 77)

یہ حکم اپنے عموم پر جس طرح شامل ہے۔ تبین معانی و اظہار حروف والفاظ عند تلاوت کو اسی طرح عند الکتابۃ حروف والفاظ پر زبر زیر پیش جزم مد تشدید لگانے کو بھی پس جن لوگوں نے آیات پر اعراب قرآنی لگایا ہے۔ اسی شرعی حکم کے ماتحت لگایا ہے لہذا یہ فعل بدعت حسنہ کا ثبوت یا نظیر نہیں بن سکتا۔ مرقاۃ شرح مشکواہ میں ہے۔

اي ايها العلماء بينوا ما في القران من بدائع الاعراب

(ج2ص602)

یعنی اے جاننے والو! قرآن مجید کے اعراب کو بیان کرو۔ زبان سے یا قلم سے دونوں مراد ہو سکتا ہے۔

والحمد لله اولا واخر تم الباب الاول في جمع القران ويتلوه الباب الثاني في جمع الاحاديث الرسول النبي صلى الله عليه وسلم

دوسرا باب۔ کتابت احادیث و جمع روایات

فصل اول

پہلا ثبوت رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے

خاص

1۔ مکہ مکرمہ میں قبیلہ خزاعہ سے ایک شخص ن قبیلہ بنولیث کا ایک آدمی مار ڈالا۔ آپ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی عزت و حرمت نیز اس میں قتل و قتال کی ممانعت سے متعلق ایک خطبہ دیا۔ حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابوشاہ نے عرض کی کہ مجھے یہ باتیں لکھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

اكتبوا لابي شاه (بخاری احمدی ج1ص32مسلم ج1ص439)

یعنی میری یہ حدیث ابوشاہ کو لکھ دو۔

2۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک صحیفہ رسالہ لکھوایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

عن علي قال ما كتبنا عن النبي صلى الله عليه وسلم الا القران وما في هذه الصحيفة (ج1ص451)

اس صحیفہ میں مدینے کا حرم ہونا۔ مسائل جراحات۔ اونٹوں کی عمریں احکام زمیاں۔ کسی دوسرے کو باپ یا مولیٰ بنانے کی ممانعت زبح لغیر اللہ کی حرمت۔ علامات۔ ارضیہ کی چوری پر لعنت والدین کو برا کہنے پر لعنت بدعتی کو ٹھکانا دینے پر لعنت وغیرہ مختلف مسائل مرقوم تھے۔

(صحیح مسلم۔ ج1ص442۔ ج1ص495۔ ج2ص161)

3۔ آپ ﷺ نے رافع بن خدیج کو اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ طبرانی کبیر میں ہے۔

عن رافع قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نسمع منکا شیاء فنکتبہا قال اکتبوا ولا حرج

(منتخب کنز العمال ج 4 ص 58۔ مجمع الزوائد ج 1 ص 60)

یعنی یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ سے سنی ہوئی حدیث کو لکھ لیا کریں۔ فرمایا لکھ لو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں حکم کتابت بصیغہ جمع فرمایا ہے۔ جو سب صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو شامل ہے۔ جامع ترمذی میں آیا ہے کہ ایک مرد انصاری کو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

استعن بیمینک واوما بیدہ الخط (ص 382)

یعنی میری حدیثیں لکھ لیا کرو۔

4۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عمرو عاص کو بھی اپنی تمام حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا۔

استاذن فی الکتاب عنہ فاذن لہ (مسند احمد ج 2 ص 403)

چنانچہ آپ ﷺ کا یہ ازن دینا بصیغہ امر بھی مروی ہے۔

اکتب فوالذي نفسی بیدہ مایخرج منہ الاحق

(ابوداؤد مصری۔ ج 2 ص 81 ومسند احمد مصری ص 162۔ 192۔ ج 2 ومسند دارمی ص 67)

یعنی میرے منہ سے حق نکلتا ہے۔ پس اسے لکھ لیا کرو۔

5۔ آپ ﷺ نے اپنا غلام حضرت عداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے ہاتھ فروخت کیا تو ایک نوشتہ لکھوا کر مرحمت فرمایا تھا۔ چنانچہ عداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

کتب لی بسم اللہ الرحمان الرحیم ہذا ما الشتري العداء خالد من محمد

(استعیاب مع االصابہ ج 3 ص 162۔ صحیح بخاری احمدی ج 1 ص 279)

حضرت عداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ تابعین میں اس تحریر کو سب لوگوں کو دکھلاتے اور پڑھ پڑھ کے سنایا کرتے تھے۔ (ترمذی ص 196 واستعاب ج 3 ص 162)

یہ تحریر محدثین کے پاس ہمیشہ محفوظ رہی۔ (استعیاب ج 3 ص 161)

6۔ آپ ﷺ نے ثمامہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر بھیجی کہ اپنے ملک (نجد) سے مکہ والوں کے لئے غلہ بھیجنا بند نہ کرے۔

کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ثمامہ بن اثال یخلی بین اہل مکہ وبین الحمل الیہم

(فتح الباری انصاری ص 74 پ 17 وسیرہ ابن ہشام ج 3 ص 92 ومبسوط سرخسی ابواب السیر)

7۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کی بعض سیاسی ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر ان کے ناموں کو لکھنے کا حکم دیا تھا۔

قال یارسول اللہ انی کتبت فی غذوۃ کذا (بخاری حوالہ مذکورہ)

یعنی تمام مسلمانوں کے نام لکھو۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرا نام فلان لرائی کے لئے لکھا گیا ہے۔

8۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ میں شرائط صلح لکھواکر سہیل بن عمرو کو دی تھیں۔ یہ صلح نامہ تمام کتب حدیث وسیر میں منقول ہے صحیحین مین وارد ہوا۔

کتب ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بخاری احمدی ج1 ص52 ومسلم ص104 ج2)

اسکی ایک نقل قریش نے لی ایک آپ ﷺ نے اپنے پاس رکھی۔

(ابن سعد مغاذی ص71)

9۔ آپ ﷺ نے یہود مدینہ سے جو صلح کی اُسے لکھوایا

کتب النبی کتابا وادعوفیہ یہود (سیرۃ ابن ہشام ج1 ص178)

ایک اور بھی صحیفہ امن لکھواکر یہود کو دیا گیا تھا۔ سنن ابی داؤد میں ہے۔

کتب النبی بینہ وبینہم وبین المسلمین عامۃ صحیفۃ (مصری ص25 ج2)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے ان کے یہودی مالک کو آپ نے تحریر بھیجی تھی۔ یہود خیبر کو ایک مقتول صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیت ادا کرنے کے لئے تحریر بھیجی۔

کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ان یدواصا حبکم واما ان یوذنوا بحرب (بخاری احمدی۔ ص1061۔1067) مسلم ج2 ص56)

یعنی مقتول کی دیت ادا کرو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

10۔ آپ ﷺ نے سرداران عرب وشاہان عجم کو دعوت اسلام کی تحریریں بھیجی تھیں۔ جو کتب حدیث وسیر میں بہ تفصیل مرقوم ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے۔

کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری وقیصر والنجاشی والی کل جبار یدعوہم الی اللہ (صفحہ99 ج2)

یعنی آپ ﷺ نے خسرو پرویز قیصر روم شاہ حبش۔ اور ہر صاحب جبروت والی ملک کے پاس اپنی تحریریں بھیجیں۔ ہندوستان کے راجہ سری بانک کے پاس حذیفہ واسامہ وغیرہ دس صحابیوں رضوان اللہ عنہم اجمعین کی معرفت دعوت اسلام کی تحریریں بھیجیں۔

فاجاب اسلم وقبل کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(میزان للذہبی ج1 ص71)

اسحاق بن ابراہیم طوسی اُس راجہ نے دعوت قبول کی اوراسلام لایا۔ اور آپ ﷺ کی تحریر کو بوسہ دیا۔ اسی طرح منذروالی کو تحریر بھیجی ۔ واقدی کہتا ہے کہ میں نے یہ تحریر دیکھی ہے۔ (زادالمعادج2ص57)

آپ ﷺ نے ان کی تحریروں کی نقلیں زادالمعادلابن قیم خاتمہ نصب الرایہ للزیلی اوراعلام السائلین اورفی مکاتب سیدالمرسلین مطبوعہ مصر میں مفصل موجودہیں۔

12۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ پیشتر قبیلہ جہنی والوں کو یہ حدیث لکھواکر بھجوائی جیساکہ ابن حکیم کہتے ہیں۔

قال عبدللہ بن حکیم اتاناکتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لاتنتفعوامن المیتۃ

(مشکواۃ ص45۔ ابوداٗود۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ مسنداحمد۔ دارقطنی۔ ابن حبان وغیرہ)

12۔ آپ ﷺ نے مرض الموت میں احکام ضروریہ لکھوانے کوقلم دوات کاغذطلب فرمایاتھا۔

قال ائتونی اکتب لکم کتابا

(بخاری احمدی۔ ج1ص449۔ ج2ص238۔ مسلم۔ ج2ص42)

13۔ آپ ﷺ نے ملک یمن کے شہر جرش والوں کو مسئلہ نبیذلکھواکر بھجوایاتھا

کتب الی اہل جرش ینہاہم عن خلیط التمر والزبیب

(مسلم ج2ص164)

یعنی کشمکش اورخرماکوملاکرمت بھگو۔ یہی حکم مجر والوں کولکھواکربھیجاتھا۔

14۔ آپ ﷺ نے مسلم بن حارث تمیمی کوکچھ وصیتیں لکھواکرمہرکرکے مرحمت فرمائی تھیں۔

قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امانی ساکتب لک بالوصاۃ بعدي قال ففعل لختم علیہ فدفعہ الی (ابوداٗودمصری ج2ص211)

15۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذکے پاس یمن میں تعزیت نامہ لکھواکرروانہ فرمایاتھا۔

قال محمود بن لبیدمات ابن لمعاذفکتب الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذبہ علیہ الحدیث

(مستدرک حاکم ج3ص273۔ وتاریخ خطیب ج2ص89وطبرانی ابن مردویہ)

یعنی مدینہ میں حضرت معاذرضی اللہ تعالیٰ عنہ کالڑکافوت ہوگیا۔ اور معاذرضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں تھے۔ تو آپ ﷺ نے معاذرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تسلی کی تحریریں بھیجی تھی۔

16۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یمن میں حسب زیل احکام لکھواکر بھجوائے تھے۔

کتب الی معاذ بالیمن ان یاخذ من کل حالم وحالمۃ دینارا

(کتاب الخراج لیحیٰ مطبوع مصر ص 72 وتاریخ بغداد ج 8 ص 435)

وکتب فیما سقت السماء لعشر وما سقی بالغرب فنصفہ

(الخراج ص 115۔116)

وکتب معاذ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسالہ عن الخضراوات

(ترمذی۔ ج 1 ص 116۔ ودار قطنی۔ ج 1 ص 45)

یعنی ہر غیر مسلم بالغ ومرد سے ف ایک ایک دینار جزیہ لیں۔ بارش سے جو غلہ پیدا ہو اس میں سے دسواں حصہ لیں۔ ڈول سے جو کھیت سینچا جائے اس سے بیسواں حصہ لیں۔ صرف چار چیزوں میں زکواۃ لیں۔ گیہوں۔ جو۔ خرما۔ اور کشمش میں۔ سبزی اور ترکاری میں ذکواۃ نہ لیں۔ یہ مبارک تحریر نبوی ﷺ موسیٰ بن طلحہ تابعی کے پاس یادگار کے طور پر محفوظ تھی۔ (دار قطنی ص 201)

17۔ آپ ﷺ نے یمن والوں کو ایک اور حکم بھی تحریر کرا کے روانہ فرمایا تھا۔ جو یہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اہل ایمن ان یوخذ من العسل العشرۃ رواہ عبد الرزاق

(فتح الباری انصاری ص 51 پ 6 ونصب الرایہ للزیلعی ج 1 ص 410)

یعنی شہد (جو یمن میں بکثرت پیدا ہوتی ہے۔) کی بھی ذکواۃ سے دسواں حصہ ادا کریں۔

18۔ آپ ﷺ نے ہر قبیلہ والوں کو دیت کے مسائل لکھوا کر بھجوائے تھے۔

کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کل بطن عقولہ ثم کتب انہ لا یحل لمسلم ان یتولی یتولی رجل مسلم بغیر اذنہ وانہ لعن فی صحیفۃ من فعل ذالک (صحیح مسلم ج 1 ص 495)

یعنی آپ ﷺ نے ہر اہل قبیلہ کو خون بہا کی تفصیل لکھوائی اور یہ بھی لکھوایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کے کسی مسلمان کے آذاد کردہ غلام کا متولی بغیر اجازت معتق کے بن جائے اور جو ایسا کرے گا وہ ملعون ہے۔

19۔ آپ ﷺ نے ضحاک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا۔ کہ اشیم ضبابی کی دیت سے اسکی بیوی کو ورثہ دے۔

قال الضحاک بن سفیان کتب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اورث امرءۃ اشیم الضبابی من دیۃ زوجھا

(مشکواۃ صفحہ 256۔ ترمذی۔ 307۔ ابوداؤد مصری ج 3 ص 25)

یعنی بیوی مقتول شوہر کے خون بہا سے حصہ پائے گی۔

20۔ آپ ﷺ نے بنو زہیر بن اقیش کو بشرط اسلام ایک امن نامہ چرمی قطعہ ر تحریر فرمادیا تھا۔

دخل رجل معہ قطعۃ ادم قال لی ہذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(نسائی ص639 ابو داؤد مصری ج2ص 25744)

اسی طرح عمیر زی مران اور عک زی خیوان کو بھی امان نامے لکھوادیئے تھے۔

21۔ آپ ﷺ نے ارض خیبر کو 36 حصوں میں تقسیم فرما کر نصف یعنی 18 حصے اسلامی ضرورتوں کے لئے اپنے پاس رکھے۔ اور بقیہ نصف (18 حصے) صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین میں تقسیم کردیئے۔ ایک حصے میں سو صحابی رضوان اللہ عنھم اجمعین اور ہر بیوی (ام المومنین) کو ایک ایک سو وسق (پیمانہ) اناج وخرما مرحمت فرمایا یہ سارا تقسیم نامہ تحریری صورت میں تھا۔ جیسا کہ محدث یحیٰ بن آدم قریشی اپنی کتاب الخزاج میں روایت لائے ہیں۔

فکتب فیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم للناس))) کتبہ لکل امراءۃ منھن ثمانون وسقاتمہا وعشرون حبا

(مصری ص38 یعنی صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین کے لئے تحریر کردیا تھا۔ اور اپنی بیبیوں کے لئے بھی)

22۔ آپ ﷺ نے علاوہ زمین مذکور کے دوسرے مقاموں کی زمینیں بھی صحابہ کرام کو مرحمت فرمایئں۔ اور ان کو پٹہ دلکھ دیا تھا۔ دیکھو صحیح بخاری احمدی باب کتابۃ الاصنایع ج1ص 220)

دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانصار لیکتب لھم بالبحرین لخ

(بخاری احمدی ج1ص 448)

یعنی انصار کو علاقہ بحرین کی زمینیں لکھوایئں۔ حرث بخدی کے لئے ارض دہنا لکھنے کا حکم دیا۔ (ابو داؤد مصری ج2ص 33)

بلال بن حارث مزنی کو مدینہ سے قریب ساحلی مقام ''قبل کی پست وبلند زمین اور جبل قدس کے دامن کی زمین لکھ دی تھی۔

23۔ آپ ﷺ نے وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ اپنے وطن حضر موت کو واپس جانے لگے تھے تین نوشتے مختلف مسائل (نماز۔ زکواۃ۔ ربوا۔ بیع۔ نکاح شغار۔ حقوق یتامیٰ حرمت اشیاء مسکرہ وغیرہ کے) لکھوا کر مرحمت فرمائے تھے۔ جیسا کہ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کہتے ہیں۔

امر لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکتب ثلاثۃ

طبرانی صغیر ص 242)

یعنی میرے لئے تین نوشتے آپ ﷺ نے تحریر کروائے تھے۔

24۔ آپ ﷺ نے اپنی حدیثوں کے لکھنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی ہے۔

قال من کتب عنی اربعین حدیثا رجاء ان یغفر اللہ لہ غفر لہ

(منتخب کنز العمال ج4ص 57 برحاشیہ مسند احمد)

یعنی جو شخص میری چالیس حدیثیں باامید مغفرت لکھے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ سبحان اللہ

25۔ آپ ﷺ نے حدیثوں کو سندوں کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا ہے۔

عن الحسین قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ الخ) بغیۃ الوعاۃ للسیوطی مطبوعہ مصر ص454)

آپ ﷺ نے فرمایا! تم حدیثیں لکھو تو ان کی سندوں (راویوں کے ناموں) کے ساتھ لکھنا (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیز انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کہا ہے۔

عام

احادیث فعلیہ

1۔ آپ ﷺ نے اواخر عمر میں تمام ماتحت حاکموں کے پاس بھیجنے کے لئے اپنی تمام وہ حدیثیں جن میں ذکواۃ کے مسائل مذکورتھے۔ تحریری صورت میں ایک جگہ جمع کرا دی تھیں۔ جس کا نام کتاب الصدق تھا۔ (یہ کتاب حدیث کی پہلی کتاب ہے۔ جو بحکم نبی ﷺ لکھی گئی۔ سنن ابی داؤد اور بیہقی وغیرہ میں ہے۔

عن ابن عمر قال کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصدقۃ فلم یخرج الی عمالہ حتی قبض فعمل بہ ابو بکر حتی قبض ثم عمل بہ عمر حتی قبض وہی عندال عمر قال الذہری اقرانیہا سالم فوعیتہا وہی التی انتسخ عمر بن عبد العزیز

(ابوداؤد مصری ج1ص156 سنن بیہقی ص88ج4)

یعنی آپ ﷺ نے کتاب الصدقہ لکھوائی اور پھر آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ اور کتاب عاملوں کے پاس نہ جاسکی آپ ﷺ کے بعد اس کا نفاذ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کتاب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں (محفوظ) رہی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب امام زہری کا پڑھنے کے لئے دی۔ جسے ذہری نے حفظ کرلیا۔ نیز اس کی نقل خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دویتوں سے لے کر کرائی تھی۔ انتہیٰ

2۔ آپ ﷺ نے اپنے آخر عہد میں حدیثوں کی ایک ضخیم کتاب جس میں تلاوت قرآن مجید۔ نماز۔ زکواۃ۔ طلاق۔ عتاق۔ قصاص۔ دیت وغیرہ نیز فرائض وسنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیل تحریر کرا کے عمرو بن حزم صحابی کی معرفت یمن والوں کے پاس بھجوائی تھی۔ جیسا کہ سنن مجتبیٰ میں ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اہل الیمن کتابا فیہ الفرائض والسنن والدیات وبعث بہ مع عمر بن حزم

(نسائی ص728۔ مراسیل ابی داؤد۔ ص28 سنن دار قطنی ص745 مسند دارمی ص210 موطا امام مالک ص332۔ مسند شافعی ص198 کتاب ام للشافعی ج6 ص66 سنن بہقی ج4ص89 تفسیر ابن کثیر ج3 صفحہ64 مستدرک حاکم ج1ص295)

جامعیت مسائل کے لحاظ سے اس کتاب کو حدیث کی پہلی کتاب کہنا چاہیے۔ جو آپ ﷺ نے خود لکھوائی۔ اور جب کہ اس کتاب میں اتنے کثیر مسئلوں کی حدیثیں لکھی اور جمع کی گئیں تھیں تو سمجھنا چاہیے کہ یہ کتاب کافی ضخیم ہوگی۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

ہو کتاب عظیم فیہ انواع کثیر من الفقہ فی الذکوۃ والدیات والاحکام وذکر الکبائر والطلاق والعتاق واحکام الصلوۃ ومس المصحف وغیر ذلک قال الامام احمد لاشک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ

(زادالمعاد طبع کانپور ص30 ج1)

یعنی یہ کتاب جس کی بابت امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ کہ بلاشک یہ کتاب آپ ﷺ کی ہی لکھوائی ہوئی ہے۔ ایک بڑی کتاب ہے۔ اس میں سے بہت سے مسائل شرعیہ لکھے ہوئے تھے۔ جیسے ذکواۃ دیات کبائر۔ احکام۔ طلاق۔ عتاق۔ نماز۔ قرآن چھونے اور بہت سے مسئلے اس میں مرقوم تھے۔ اللہ اکبر اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت چاہیے۔ ؟

احادیث قولیہ

1۔ آپ ﷺ نے علم حدیث کو تحریر میں لانے کا حکم عام مرحمت فرمایا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت وما تقیدہ؟ قال کتابۃ

(مستدرک حاکم۔ ج1 ص106۔ تاریخ بغداد، للخطیب ص46 ج1 جامع بیان العلم ج1 ص73)

آپ نے فرمایا! علم حدیث کو قید میں لاؤ۔ صحابی نے پوچھا کہ قید سے کیا مراد ہے۔ فرمایا قید تحریر میں لانا اسی طرح کا حکم موقوفاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروری ہے۔

2۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو عام طور سے حدیثیں لکھنے کا حکم مرحمت فرمایا تھا۔ جیسا کہ اوپر نمبر 3 میں مذکور ہوا وہ حکم یہ ہے۔

اکتبوا ولاحرج

(مجمع الزوائد ص60 ومنتخب کنز ص58 ج4)

یعنی حدیثیں لکھو۔ اب کوئی حرج نہیں رہا (پہلے منع تھا جو منسوخ ہوگیا چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اس پر جیسا عمل کیا اس کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

فصل دوم

دوسرا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے (بعض حدیثوں کا لکھنا)

1۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار ایک حدیث لکھ کر بھیجی۔

(بخاری احمدی۔ ص200 ج1۔ وص937 ومسلم ج1 ص218)

پھر دوسری بار دوسری حدیث لکھ کر روانہ کی

(بخاری ص958۔ ص979 ج2۔ مسلم ج6 ص76)

2۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردان کو حدیث شغار لکھ کر بھیجی تھی۔

(ابوداؤد مصری ص81 ج2 مسند احمد ص182 ج5)

3۔ نیز زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث سن کر اُسے لکھ لینے کا حکم دیا تھا۔

(ابوداؤد مصری ص81 ج2 مسند احمد ص182 ج5)

3۔ فاطمہ بنت قیس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ کو حدیث لکھوائی تھی۔

قال کتبت ابی وکتبت لہ الی عبید اللہ الخ (صحیح مسلم ص484 ج1)

4۔ ابوبکرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبید الرحمن سے دوسرے بیٹے عبید اللہ کے پاس حدیث لکھوا کر بھیجی تھی۔

قال کتبت ابی وکتبت لہ الی عبید اللہ الخ (صحیح مسلم 77 ج2)

5۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ اصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن عبید اللہ کی طرف حدیث تحریر کر کے روانہ کی تھی۔ (بخاری ج1 ص425۔ وج2 ص1075)

6۔ ابوسعید خدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشہد والی حدیث تحریر کرنے کے مقر ہیں۔

(ابوداؤد مع عون المعبود ج3 ص357)

7۔ جابر بن سمرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامر بن سعد کو حدیث خلفاء قریش تحریر کر کے بھیجی تھی۔ (مسلم ج1 ص119)

حدیث ذکر حوض کوثر لکھ کر دوسری بار روانہ کی۔ (مسلم 2 ص252)

غالباً انھیں جابر کی بابت حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں تحریر کیا ہے۔

قال الربیع رایت جابرا یکتب فی الاواح (ج1 ص72)

یعنی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختیوں میں حدیثیں لکھتے تھے۔

8۔ رافع بن خدیج صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے حدیث لکھنے کی اجازت آپ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ (دیکھو ثبوت اول کا نمبر 3) اُن کے حدیث لکھنے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔ وہ مروان سے کہتے ہیں۔

ذالک (الحدیث مکتوب) عندنا فی ادیم خولانی ان شئت اقراتکہ

(صحیح مسلم صفحہ 440 ج1۔ مسند احمد ج4 ص141)

یعنی مدینہ کے حرم ہونے کی حدیث میرے پاس خولانی چرم کے فرد پر لکھی ہوئی ہے۔ اگر چاہو تو اسے لا کر تمہیں سنادوں۔

9۔ حضرت ابن عباسر ضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں سن کر لکھا کرتے تھے۔ (ابن سعد ج2 ص123)

پھر دوسروں کو بھی حدیث لکھدیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ مدعیٰ علیہ پر قسم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ملکہ کو بھیجی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نجدہ حروری کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث لکھی۔

کان النبی یغذوا بالنساء (مسلم ج 2 ص 116)

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لکھوائی ہوئی حدیثوں کی کتاب اہل طائف کے پاس موجود تھی۔

10۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد نبوی میں ایک روایت آپ ﷺ سے سن کر لکھی پھر لکھ کر آپ ﷺ کو سنائی۔

قال سمعتہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتبتہا وعرضتہا علیہ

(مستدرک حاکم ج 3 ص 574)

اپنے ایک بیٹے کو بھی حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ اور کہا اے بیٹے! اس حدیث کو لکھ لو اُس نے لکھ لیا۔ پھر اپنے دونوں بیٹوں کو عام طور سے تمام حدیثوں کو تحریر میں لانے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بیٹے دیئے۔ تو اپنے سب بیٹوں کو حدیثیں لکھنے کا حکم دیا۔

انس انہ کان یقول لبنیہ قیدوا العلم بالکتب

(دارمی۔ مستدرک حاکم۔ جامع العلم ج 1 ص 73)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام بیٹوں سے فرماتے کہ علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔ ابان کا انس سے حدیث لکھنا دارمی ص 68 میں منقول ہے۔

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کا تمام حدیثوں کا لکھنا

1۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام حدیثیں لکھنے کا حکم (ملنا) ثبوت اول کے نمبر 4 میں بیان ہوچکا ہے اب ان کا عمل سنئے۔

ان عبداللہ بن عمرو کان یکتب الخ

(بخاری احمدی ج 1 ص 22۔ ترمذی۔ ص 547)

حضرت عبداللہ ساری حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ (دارمی) ان تمام احادیث کے مجموعہ کا نام انہوں نے صحیفہء صادقہ رکھا تھا۔ چنانچہ فرمایا کرتے۔

ما یرغبنی فی الحیواۃ الا الصادقۃ وہی صحیفۃ کتبتہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم (دارمی۔ ابن سعد۔ جامع البیان العلم ج 1 ص 72)

یعنی یہ حدیث کتاب میں آپ ﷺ سے سن کر لکھی ہے۔ اس لئے میری تمنا ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں اور زندہ رہوں تاکہ اس سے فائدہ اٹھاؤں وہ اس صحیفہ کو مختلف لوگوں کو دکھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے۔

القی عبداللہ الی ابی راشد صحیفۃ فقال ہذا ما کتب لی رسول اللہ قال فنظرت فیہا (ص 508)

یعنی حضرت عبداللہ نے اپنے صحیفہ کو ابو راشد کو دیکھاتے ہوئے کہا کہ یہ مجھے آپ ﷺ نے لکھوایا ہے۔ یہ کتاب ان کے پوتے عمر بن شعیب کے پاس موجود تھی۔جسے دیکھ کر وہ حدیث بیان کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان پر ضعف کا حکم لگا۔

(ترمذی ص116۔74)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حدیث کی یہ پہلی کتاب ہے۔

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس احادیث نبویہ بہت سی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود تھیں۔چنانچہ حسن بن عمرو کہتے ہیں۔

ارانا کتبا کثیرۃ من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ہذا ہو مکتوب عندي

(فتح الباری انصاری پارہ اول ص105 وجامع بیان العلم الابن عبد البرج1ص74)

ہم کو ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کی بہت سی کتابیں دیکھائیں۔جو ان کے پاس تھیں۔ان سے تابعی لوگ حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔

3۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حدیثوں کو ایک کتاب میں لکھ رکھا تھا۔جسے ان کے بیٹے عبد الرحمٰن لوگوں کو دیکھایا کرتے تھے۔چنانچہ معن کہتے ہیں۔

اخرج الی عبد الرحمان بن عبد اللہ ابن مسعود کتابا وحلف لی انہ خط ابیہ بیدہ (جامع بیان العلم ج1ص72)

کہ عبد الرحمٰن نے مجھے ایک حدیث کی کتاب دیکھائی۔پھر قسم کھائی کہ میرے والد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل

4۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کتاب میں پانچ سو حدیثیں لکھ رکھی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

قالت عائشۃ جمع ابی حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانت خمس مائۃ حدیث (منتخب کنز العمال ج4ص58)

کہ میرے ابا نے آنحضرت ﷺ کی حدیثیں لکھنی شروع کیں۔ تو ان کا شمار پانچ سو تک پہنچا (آگے واقعہ تحریق صحیح نہیں۔)

5۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن فرقد کے پاس مقام آزربائی جان حدیث

نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریر الخ

لکھ کر بھیجی تھی۔ (صحیح مسلم ج2ص191)

اور تمام صحابہ کو حکم دے رکھا تھا۔

قیدزا العلم با الکتب

(دارمی ص68 مستدرک حاکم ج1ص106 جامع بیان العلم ج1ص72۔)

یعنی علم حدیث کو قید تحریر میں لاؤ۔ یہی قول ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ دارمی سے بھی منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی تمام حدیثوں کو لکھ کر جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ بلکہ لکھنا بھی شروع کر دیا تھا۔ جیسا کہ حافظ عبد البر لکھتے ہیں۔

ان عمر بن خطاب ارادان یکتب ہذہ الاحادیث اوکتبہا

(جامع بیان العلم ج1ص64)

6۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک صحیفہ میں حدیثیں لکھنا ثبوت اول کے نمبر2 میں بیان ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب''قضایا''لکھی تھی۔ جس میں احکام قضاء کی حدیثیں جمع کیں تھیں۔ (مقدمۃ مسلم ج1ص10)

اوراپنے محرروں کو حکم دے رکھا تھا کہ

اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ (منتخب کنزالعمال ج4ص57)

جب تم احادیث نبویہ لکھنے لگو توان کی سندوں کو بھی ساتھ لکھو۔ جن سے تم نے حدیث سنی ہے۔ (ایسا ہی حکم آپ ﷺ کا بھی ثبوت اول کے آخری نمبر25 میں نقل ہوچکا ہے۔

ولعل فیما نقلناہ کفایۃ لمن لہ فہم ودرایۃ

فصل سوم

تیسرا ثبوت تابعین رحمہم اللہ کے عمل سے (بعض حدیثوں کا لکھنا)

1۔ نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے بیٹھ کر ان سے حدیثیں سنتے جاتے اور لکھتے جاتے تھے۔

یکتب بین یدیہ (دارمی ص69)

پھر دوسروں کے پاس حدیث لکھ کر بھیجتے تھے۔ چنانچہ ابن عون کو نافع نے حدیث غزوہ بن مصطلق لکھ کر بھیجی تھی

(بخاری احمدی۔ ج1ص345۔ ومسلم ج6ص81)

2۔ عمر بن عبد اللہ بن ارقم تابعی نے عبد اللہ بن عتبہ کو حدیث عدت حاملہ یعنی قصہ صبیعہ صحابیہ رضی اللہ عنہا مع جواب نبوی ﷺ کے لکھ کر بھیجا تھا۔

(مسلم ج1ص486)

3۔ عبد اللہ بن محمد تابعی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں سن سن کر لکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

قال عبد اللہ کنانا تی جابرا فنسالہ عن سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنکتبہا

(شرح معانی الاثار للطحاوی ج2ص 384)

4۔ وہب بن منبہ تابعی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام حدیثوں کا مجموعہ لکھ کر تیار کیا ہوا تھا۔ جو اسماعیل بن عبد الکریم کے پاس تھا۔

(تہذیب التہذیب جلد اول ص 216)

5۔ سلمان بن قیس لشکری تابعی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں کا دوسرا مجموعہ لکھ کر بنایا تھا۔ جس سے امام شعبیؒ تابعی وغیرہ نے حدیثیں نقل کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد6ص 211)

6۔ سلمان بن سمرہ تابعی نے اپنے والد سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے حدیثوں کا ایک بڑا نسخہ لکھا ہوا روایت کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج4ص 198)

7۔ عروہ تابعی نے غزوات کی حدیثیں لکھ ک جمع کی تھیں۔ جیسا کہ کشف الظنون میں ہے۔

اول من صنف فیہا عروۃ بن الزبیر (ج3ص 470)

اور خلیفہ عبد الملک اموی کو عروہ نے اس کتاب کی ایک نقل روانہ کی تھی۔ افسوس کے ان کی یہ کتاب جنگ حرہ (مدینہ) میں جل گئی۔

(جامع البیان العلم ج1ص 75)

8۔ طاوس تابعی نے دیت (خونبہا) کی حدیثیں لکھ کر جمع کی تھیں۔ جیسا کہ بہقی میں ہے۔

عن طاوس ان عندہ کتابا من العقول نزل بہ الوحی وما فرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتاح الجنۃ للسیوطی طبع مصر ص 10)

یعنی طاوس کے پاس ان دیتوں کی کتاب تھی۔ جو وحی سے نازل شدہ اور آپ ﷺ کی مقرر کردہ تھیں۔

9۔ زہری تابعی نے خلیفہ ہشام اموی کی فرمائش پر اس کے ولی عہد کے لئے ایک کتاب میں چار سو حدیثیں لکھ دی تھیں۔ جیسا کہ ذہبی لکھتے ہیں۔

ان ہشام بن عبد الملک سال الذہري ان یملی علی بعض ولدہ شیا فاملی علیہ اربع مائۃ حدیث (تذکرۃ الحفاظ ج1ص 97)

10۔ ابو بردہ تابعی نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے بہت سی حدیثیں سن کر لکھ ڈالیں تھیں۔ جیسا کہ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

عن ابی بردۃ قال کتبت عن ابی کتابا کثیرا (جامع بیان العلم ج1ص 65)

یعنی میں نے اپنے والد سے بہت کچھ لکھا تھا۔

11۔ سعید بن جبیر تابعی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں سن کر لکھا کرتے تھے۔

کنت اسمع من ابن عمر وابن عباس الحدیث باللیل فاکتبہ

(دارمی ص 68)

یعنی رات کو حدیث سن کر لکھتے

12۔ عنترہ تابعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سن کر ان کی اجازت سے تحریر کی۔

عن عنترۃ ابن عبدالرحمان الکوفی قال حدثنی ابن عباس بحدیث فقلت اکتبہ عنک وفرخص (دارمی ص69 جامع بیان العلم ج1 ص73)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تحریر حدیث کی رخصت دی۔

13۔ بہت سے تابعین حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے پاس حدیثیں لکھا کرتے تھے۔

قال عبداللہ رایتھم یکتبون عند البراء باطراف القصب

(دارمی ص69 جامع البیان العلم 1 ص73)

یعنی تابعین بانس کے قلموں سے براء کے پاس حدیث لکھتے تھے۔

14۔ بشیر بن نہیک تابع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے جو حدیثیں سنتے لکھ لیا کرتے تھے۔

عن بشیر بن نہیک قال کنت اکتب ما اسمع من ابی ہریرۃ

(دارمی۔ ص68۔ جامع البیان العلم ج1 ص72)

جیسا کہ دوسری فصل میں مفصل گزر چکا ہے۔

15۔ ہمام بن منبہ تابعی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 140 حدیثیں سنیں تھیں۔ ان حدیثوں کا مجموعہ صحیفہ ہمام'' کے نام سے لکھ کر تیار کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب ج1 ص316)

تابعین کا تمام حدیثوں کو لکھ کر جمع کرنا

1۔ امام زہری کی عادت تھی جو کچھ سنتے تھے سب لکھ لیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تمام سنن نبویہ وآثار صحابہ # لکھ کر جمع کرلی تھیں۔ جیسا کہ صالح بن کیسان کہتے ہیں۔

قال لی الزہري تعال نکتب السنن فکتبنا ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ فانہ سنۃ فکتب

(منتخب کنز العمال ج4 ص61۔ جامع بیان العلم ج1 ص76)

یعنی آؤ ہم تم مل کر تمام احادیث نبویہ وآثار صحابہ کرام # کو لکھ ڈالیں کہ ایسا کرنا سنت ہے۔ پس زہری نے سب لکھ ڈالا (یہ واقعہ نمبر 5 سے الگ ہے۔)

2۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز تابعی نے اپنی حکومت کے زمانے میں جمع وکتابت احادیث پر خاص توجہ کی۔ خود بھی آپ ﷺ کی لکھوائی ہوئی کتاب الصدقہ عبداللہ بن عمر کے بیٹوں سے نقل کرائی (جیسا کہ اوپر) احادیث فعلیہ'' کے ذیل میں بیان ہوچکا ہے۔ اور تمام شہروں کے علماء حدیث کو نیز خاص خاص اصحاب حدیث کو جمع وکتابت احادیث کا حکم

بھیجا۔ چنانچہ تمام شہروں کی بابت حوالہ ملاحظہ ہو۔

فتح الباری میں ہے۔

کتب عمر بن عبدالعزیز الی لافاق انظرواحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ (پہلا پارہ ص 69)

یعنی خلیفہ مذکور نے تمام مقاموں میں تحریری حکم جمع احادیث کا بھی بھیجا تھا۔

3۔ خاص نام زدکرکے جن علماء کودیا۔ ان میں سے ایک سعد بن ابراہیم ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں۔

قال سعد امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبنا ہادفترا دفترا

(جامع البیان العلم ج 1 ص 76)

کہ ہم نے خلیفہ مذکور کے حکم سے حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے تھے۔

4۔ اُن علماء میں سے دوسرے بزرگ ابو بکر بن حزم ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

کتب عمر بن عبدالعزیز الی ابی بکر بن حزم انظر ما کان من حدیث فاکتبہ (بخاری احمدی ج 1 ص 20)

یعنی خلیفہ مذکور نے ابن حزم کو احادیث نبویہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے بھی حدیثیں لکھیں۔

5۔ ان محدثوں میں تیسری ہستی امام زہری کی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں۔

دون الحدیث ابن شہاب الزہري بامر عمر بن عبدالعزیز ثم کثر التدوین والتصنیف

(فتح الباری انصاری۔ پ 1 ص 106)

یعنی امام زہری نے بھی خلیفہ مذکور کے حکم سے (علاوہ ذاتی طور سے احادیث جمع کرنے کے جس کا زکراوپر نمبر اول میں ہوا ہے دوبارہ کتابوں میں حدیثیں مدون اور جمع کیں (ابن حجر کہتے ہیں۔) پھر اس کے بعد تو کثرت سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں۔ اور تصنیف کی گئیں۔ ان کتابوں کا مفصل حال۔ کتاب کشف ظنون جلد دوم نمبر 37 میں زیر عنوان السنن الموجودۃ قبل الصحیحین مرقوم ہے۔ ان میں سے مسند ابی داؤد طیالسی مسند شافعی موطا مالک طبع ہوکر شائع بھی ہوچکی ہے۔ اور سنن سعید بن منصور مسند ابو عوانہ مصنف و مسند ابن شیبہ وغیرہ قلمی ہیں۔ جو مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جب یہ ظاہر ہوچکا کہ امام زہری کے بعد تدوین احادیث کا سلسلہ بکثرت جاری ہوگیا تھا۔ تو ہم کو اس امر کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کہ تابعین کے بعد والے قرون کی تالیفات کی فہرست لکھیں۔ مختصر طور سے یوں سمجھ لینا چاہیے۔ کہ محدثین کرام نے احادیث کی کتابت اور تدوین کے تین دور قائم کیے ہیں۔ پہلا دور 100 ہجری تک قائم رہا۔ دوسرا دور 150 ہجری تک اور تیسرا دور تیسری صدی تک قائم رہا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں ہے۔ اوردوسرے دور کی کتابوں کا تمام مواد تیسرے دور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا۔ ان دونوں دور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزارہا اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے۔ الحمدللہ

ورخانہ اگر کس است حرفے بس است

خاتمہ

تحقیق روایت منع کتابت احادیث ودیگر امور

فصول مذکورہ بالا کے پڑھ لینے کے بعد ناظرین باتمکین کو بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حدیثوں کی تدوین ددسری صدی ہجری میں ہوئی۔ ان کا یہ زعم کس قدر غلط باطل اور حقیقت سے بعید ہے۔ نیز جن ک نزدیک کتابت وتدوین احادیث ''بدعۃ حسنہ ''کی ایک عمدہ مثال ہے۔ ان کی نظر کس قدر کوتاہ اوران کی تحقیق کتنی خلاف واقع ہے۔ کیونکہ حقیقت اصلیہ تو یہ ہے کہ کتابت وجمع احادیث آپ ﷺ کے حکم او فعل نیز صحابہ # کے عمل سے ہوئی ہے۔ پہلی اوردوسری فصل کو پھر پڑھیے اور غور سے دیکھیے۔

رہا یہ عمل کے آپ ﷺ نے اپنی حدیثوں کو لکھنے سے منع فرمایا دیا تھا۔ جیساک صحیح مسلم میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتکتبوانی ومن کتب عنی غیر القران فلیمحہ (ج2ص414)

یعنی میری حدیث نہ لکھوجس نے لکھی ہووہ مٹادے۔ سوواضح ہوکہ یہ حکم صرف زمانہ نزول قرآن تک مختص تھا۔ اس لیے کہ اس وقت قرآن لکھا جارہا تھا۔ اس کے ساتھ حدیثوں کے مل جانے کا خدشہ تھا۔ جب قرآن کتابی صورت میں جمع ہوچکا۔ توآپ ﷺ نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دے دی۔ بلکہ خود بھی لکھوائیں۔ اس طرح پہلی ممانعت کو خود ہی اٹھا دیا۔ جیساکہ اس باب کی فصل اول میں مفصل بیان ہوچکا ہے۔ محدثین عظام کی تحقیق بھی یہی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔

النہی مقدم والاذن ناسخ لہ (پ1ص106)

منہاج شرح مسلم میں ہے۔

انہی منسوخ (ج2ص415)

رسالہ ناسخ منسوخ لابن الجوزی ہے۔

نہی فی اول الامر ثم اجاز الکتابۃ (طبع مصر ص13)

ابن قتیبہ اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں۔

نہی فی اول الامران یکتب ثم رای ان تکتب وتقید (ص365 طبع مصر)

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث لکھنے کی ممانعت کا حکم پہلے ہوا تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اور حدیث لکھنے کی اجازت ہوگی۔

امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ منع کی روایت مرفوع ہی نہیں ہے۔ بلکہ موقوف ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا فرمان نہیں ہے۔ بلکہ راوی صحابی کا قول ہے۔ جو اجازت کی حدیث مرفوع سے مدفوع ہے۔

فتح الباری میں ہے۔

الصواب وقفہ علی ابی سعید قالہ البخاري وغیرہ (پ1ص106)

یعنی روایت مسلم مذکورہ کا راوی ابو سعید پر موقوف ہونا ہی صواب اور درست ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ

امام ابو حنیفہؒ نے حدیثوں کے لکھنے کے ثبوت میں قرآن مجید کی ایک آیت سے دلیل پکڑی ہے۔ طحاوی لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفۃ لما امر اللہ بکتابۃ الدین خوف الریب فی قولہ تعالی ولا تسا موا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنی ان لا ترتابوا مکان العلم الذي حفظہ اصعب من حفظ الدین احري ان یباح کتابتہ خوف الریب فیہ والشک

(شرح معانی الاثار ج 2 ص 384)

یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ سے بچنے کے لئے قرض کے لکھ لینے کا حکم اس آیت میں دیا ہے۔ ارشاد ہے قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو۔ اسے مدت سمیت لکھو۔ یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے۔ اور شہادت کو ٹھیک رکھنے والا ہے۔ تم شک و شبہ میں نہ پڑو گے۔ تو علم حدیث کا یاد رکھنا قرض کے یاد رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ لہذا حدیث میں شک و شبہ سے بچنے کے لئے اس کے لکھنے کی اجازت و اباحت زیادہ ضروری ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب استدلال ہے۔

علامہ ابو الملیح نے ایک اور ہی آیت سے دلیل پکڑی ہے فرماتے ہیں۔

یعیبون علینا الکتاب وقد قال اللہ علمھا عند ربی فی کتاب

(دارمی ص 68 و جامع بیان العلم ص 73 ج 1)

یعنی لوگ ہم محدثین پر حدیثوں کے لکھنے کے باعث عیب لگاتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ''قرون کا علم اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ جس کی شان یہ ہے۔

لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ٥٢

جو اُسی آیت کے بعد مذکور ہے۔ کہ وہ نہ غلطی کرے۔ نہ بھولے پھر بھی وہ لکھتا ہے۔ تو ہم جو غلطی کرتے ہیں اور بھولتے ہیں۔

لان الانسان مرکب النسیان

یعنی آدم سواری ہے بھول کی بھول چوک انسان پر سوار رہتی ہے۔ تو ہم احادیث کو کیوں نہ لکھ لیا کریں۔ یہ استدلال بھی خوب ہے۔

ولیکن ہذا اخر ما اردت ایرادہ فی ہذہ الرسالۃ النافعۃ والحمد للہ فی الاولی والاخرۃ ختم اللہ لی بالحسنی واذاقنی حلاوۃ رضوانہ الاسنی

یلوح الخط فی القرطاس دہرا

وکاتبہ رمیم فی التراب

ھٰذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

جلد12 ص 191-244

محدث فتویٰ